رمضان مبارک

معزز مہمان ہے یا محترم میزبان؟

از افادات

صدرُ الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ

متوفی ۱۳۶۷ھ ہجری

تخریج و تحشیہ

مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

رئیس دارالافتاء جمعیّۃ اشاعۃ أھل السنۃ (پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799

website:www.ishaateahlesunnat.net

نام کتاب	:	رمضان مبارک معزز مہمان ہے یا محترم میزبان
تصنیف	:	صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ
ترتیب	:	مولانا غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمہ
تخریج وتحشیہ	:	مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی
سن اشاعت	:	رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ۔اکتوبر ۲۰۰۶ء
تعداد	:	۲۰۰۰
سلسلۂ اشاعت نمبر	:	۱۵۰
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)
		کاغذی بازار میٹھادر، کراچی

خوشخبری: یہ رسالہ ویب سائٹ www.ishaateahlesunnat.net پر موجود ہے، نیز کتب خانوں پر بھی دستیاب ہوگا۔

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ بے مثل ہے اس کا کلام بھی بے مثل ہے تو اس بے مثل نے اپنا بے مثل کلام جس پر نازل کیا وہ محبوب بھی بے مثل ہے کہ اس کی مخلوق میں اس محبوب جیسا اور کوئی نہیں کہ خود ہی ارشاد فرمایا: ''لَسۡتُ کَھَیۡئَتِکُمۡ'' اور ''أَیُّکُمۡ مِثۡلِیۡ'' میں تمہاری مثل نہیں ہوں، کون ہے تم میں میری مثل۔ جس رات میں بے مثل نے اپنے بے مثل کلام کو نازل فرمایا وہ رات بھی بے مثل ہے کہ فرمایا:

﴿اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ O وَ مَآ اَدۡرٰکَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ O لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ O﴾ (القدر:۹۷/۱،۲،۳)

ترجمہ: بے شک ہم نے اسے شبِ قدر میں اتارا اور تم نے کیا جانا کیا ہے شبِ قدر، شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر۔

کہ اس رات جیسی کوئی رات نہیں اور بے مثل نے اپنے بے مثل کلام کو جس ماہ میں اُتارا وہ مہینہ بھی بے مثل ہے کہ بارہ مہینوں میں سے کوئی مہینہ بھی اس کا مثل نہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''میری امت کو معلوم ہو جائے کہ رمضان کیا ہے تو میری امت تمنا کرتی کہ پورا سال رمضان ہو'' (الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۵۸)

زمانہ کو عزت ملتی ہے اس میں ہونے والے اہم واقعہ سے۔ رمضان زمانہ ہے اس میں اہم واقعہ قرآن کریم کا نزول ہے، فرمایا:

﴿شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ﴾ (البقرہ:۲/۱۸۵)

ترجمہ: رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا۔

نزولِ قرآن کی برکت سے اس ماہ کو یہ فضیلت ملی کہ اس کے لئے جنت آراستہ کی جاتی ہے، جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، سرکش شیطان مقید کر دیئے جاتے ہیں، رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، خطائیں مٹائی جاتی ہیں، گناہ معاف کئے جاتے ہیں،

جنہیں خدا چاہے جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے، دعائیں قبول کی جاتی ہیں، نفل وسنت کا ثواب فرضوں کے برابر اور فرضوں کا ثواب ستر گنا ہو جاتا ہے غرض یہ کہ یہ رحمتوں، برکتوں بھرا مہینہ ہے اس کی ہر ساعت ہمارے لئے انعام ہے، یہ معزز مہمان بھی ہے اور محترم میزبان بھی۔ زیر نظر رسالہ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کے ''مجموعہ فتاویٰ واہم افادات وتبرکات'' کا ایک جزء ہے جسے حضرت کے خاندان کے ایک فرد حضرت مولانا سید محمد طاہر صاحب نعیمی (آفس انچارج جمعیت اشاعت اہلسنت) کے توجہ دلانے پر عوام المسلمین کے فائدے کے لئے ماہ رمضان میں شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مذکورہ رسالہ کسی عنوان سے معنون نہ تھا بس اس کے مختلف عنوانات میں سے ایک عنوان پر اس کا نام رکھ دیا گیا ہے ''رمضان مبارک معزز مہمان ہے یا محترم میزبان'' اس مجموعے کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ آپ کے مختلف ومتفرق مضامین اور تحریروں کو ترتیب دے کر ایک کتابی صورت میں جمع کر دیا گیا، غالبًا یہ کارنامہ حضرت صدر الافاضل کے شاگرد رشید حضرت مولانا غلام معین الدین نعیمی رحمہ اللہ نے انجام دیا اور اس رسالہ کے آخر میں ایک فتویٰ بھی انہی کا تحریر کردہ ہے، اور جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) اسے اپنے سلسلۂ اشاعت میں 150 ویں اشاعت کے طور پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس معزز مہمان کے احترام کی توفیق بخشے اور محترم میزبان کی برکتوں اور رحمتوں سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

فقط

محمد عطاء اللہ نعیمی

خادم دارالافتاء جمعیۃ اشاعۃ أهل السنۃ (پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رؤیتِ ہلال

شعبان کی ۲۹ کو چاند کی تلاش واجب علی الکفایہ ہے، اگر چاند دیکھ لیں تو روزہ رکھیں ورنہ شعبان کے تیس دن پورے کریں، ابوداؤد و ترمذی کی حدیث ہے:

”صُومُوا لِرُؤْيَتِهٖ، وَ أَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهٖ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمُ الْهِلَالُ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِيْنَ يَوْماً“ (۱)

یعنی، حضور ﷺ نے فرمایا: روزہ رکھو چاند دیکھ کر، اگر ابر و غبار کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرے۔

منجموں کے قول اور لوگوں کے قیاس و تجربہ اور جنتریوں کی تحریریں سب چاند کے باب میں نامعتبر ہیں، جس دن کی رمضانیت میں شک ہو، اس دن کا روزہ بایں نیت رکھنا کہ اگر یہ دن رمضان ہے تو روزہ رمضان کا ورنہ نفل کا، اس طرح کا روزہ مکروہ ہے۔ لیکن جو لوگ ہر مہینہ کہ آخر میں نفل روزے رکھنے کے عادی ہیں یا خالص نفل کی نیت کرنے پر قادر ہیں ان کو بہ نیت نفل روزہ رکھنا جائز ہے، مفتی کو بھی اس دن بہ نیت نفل روزہ رکھنا چاہیئے، عوام دوپہر تک انتظار کریں اگر کہیں خبر آجائے تو روزہ رکھیں ورنہ افطار کرلیں، جس شخص نے تنہا چاند دیکھا وہ روزہ رکھے، اگر امام اس کی شہادت نہ قبول کرے، جب آسمان پر ابر و غبار ہو امام رویت ہلال رمضان میں ایک آدمی کی شہادت قبول کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور عید کے چاند کے لئے کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے۔ (السواد الاعظم مراد آباد، ماہ رمضان المبارک، ۱۳۴۵ ہجری)

۱۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب رؤیۃ الہلال (برقم: ۱۹۷۰/۲) بحوالہ ”صحیح البخاری“ (برقم: ۱۹۰۹) و ”صحیح مسلم“ (برقم: ۱۰۸۱/۱۸)

رمضان مبارک

معزز مہمان ہے یا محترم میزبان

کارخانۂ عالم میں کارساز قدرت کے عجائبِ صنعت وغرائبِ حکمت کا جن بیدار دلوں نے معائنہ کیا ہے اور مجموعۂ کائنات کے لبریز حکمت صفحات کا جن اہلِ بصیرت کو مطالعہ نصیب ہوا ہے، وہ جانتے ہیں کہ صانع نادطراز نے ہر نقش ہستی کو کچھ خصوصیتیں عطاء فرمائی ہیں، امکنہ ومقامات، اَزْمِنَہ وساعات بھی اس قانونِ حکمت کے احاطہ سے باہر نہیں ہیں، مشاہدات مکانی خواص کی شہادت دیتے ہیں، تجربیات زمانی خصائص کے واصف ہیں، قطب شمالی سے قرب رکھنے والے بلاد کی بُرودت، خطِ استواء کے نیچے واقع ہونے والے شہروں کی حرارت، اقالیم کے مزاجوں کا تفاوت، وہاں کے باشندوں کے شکل وصورت، قد وقامت، رنگ، ہیئت، عادت، خصلت، ضعف، قوت، اغذیہ واشربہ وغیرہ کے اختلافات، پیداوار کے فرق ناقابلِ انکار حقیقت ہیں۔ وہی انسان ترکستان میں کیسا گورا چٹا سرخ وسفید، بلند قامت، قوی ہیکل خوبرو ہوتا ہے، وہی زنجبار میں کالا بھجنگا، پستہ قد کمرو درشت خو نظر آتا ہے، اسی طرح اَزْمِنَہ واوقات کی خصوصیتیں بھی عجیب مناظر سامنے لاتی ہیں۔ موسم گرما وسرما میں، ربیع وخریف میں، صبح وشام میں، لیل ونہار میں کس قدر اختلافات ہیں، ان اوقات سے ہمارے احوال میں جو تغیر وتبدل ہوتے رہتے ہیں محتاجِ ثبوت نہیں، زمین سے جمنے والے ایک درخت کو ایام بہار میں جو نشو ونما، سبزی وشادابی، تر ہت وطراوت حاصل ہے خزاں میں کہاں۔ گاؤں کا ایک کاشتکار بھی دانہ بکھیرنے اور بیج ڈالنے کے وقت کو پہچانتا ہے، سمندر کا جزرومد بھی اوقات کی تاثیر کی گواہی دیتا ہے۔

دورِ ترقی:

آج کل کا زمانہ جس کو ''دورترقی'' کہتے ہیں مادیت کی تاریکی وتراکم ظلمات کا عہدِ تاریک ہے جس طرح نابینا اجسام کی سختی ونرمی، سردی وگرمی، طول وعرض تو ٹٹول اور چھو کر معلوم کر لیتے ہیں مگر

نظر فریب رنگ اور دل آویز حسن وخوبی منظر سے بالکل نا آشنا و بے خبر رہتے ہیں، اسی طرح عہد حاضر کے مدعیان ترقی جو مادیت کے تیرہ وتار گرداب میں غرق ہو چکے ہیں، روحانیت کے بصیرت نواز انوار سے قطعاً نا آشنا اور مطلقاً بے خبر ہیں، وہ مادیات محسوسہ کو تو حواس کے ذریعے سے معلوم کر لیتے ہیں اور شب و روز اسی کی اُلٹ پھیر میں غلطان و پیچاں رہتے ہیں لیکن ان کی مردہ بصیرت روحانیت کی روشنی کے ادراک سے محروم ہے۔ اسی وجہ سے بہت سی حقیقتوں کے انکشاف تک ان کو رسائی میسر نہیں ہوتی، جب اَزْمِنَہ کے خواص وتاثیرات محسوسات میں بھی روزانہ مشاہدہ کئے جاتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک عاقل اعمال وعبادات اور ان کے فضائل و برکات میں زمانی خصوصیتوں کے تصور سے بھی گھبرا اُٹھے اور اس کو حیرت واستعجاب دامن گیر ہو جائے اور یہاں تک نوبت پہنچے کہ خواصِ اَزْمِنَہ جیسے بے شمار مرتبے تجربہ میں آئے ہوئے اُمور کے انکار کا مرتکب ہو جائے، جس عہد میں انسانی قابلیتوں کی یہ حالت ہو، اس کو ''عہد ترقی'' سمجھنا ایسی ہی غلطی ہے جیسی ایک سونے والا خواب میں اپنے آپ کو بیدار سمجھنے میں کرتا ہے۔

لاف دانش گر زند پیوستہ ناداں ومست   خفتہ دائم خویش را بیدار می بیند بخواب

چونکہ عاقل مُتیقظ اَزْمِنَہ اوقات کی تاثیرات وخصوصیات کو بدیہی ویقینی طور پر جانتا ہے اس لئے اس کو یہ سن کر کوئی تردد نہیں ہوتا کہ رمضان شریف کے مبارک ایام ولیالی میں خیرات وحسنات طاعات وعبادات کو دوسرے ایام کی بہ نسبت بہت زیادہ شرف و برکت ملی ہے اور اجر وثواب افزوں تر ہوتا ہے، جس طرح موسم بہار میں قدرت کی فیاضی نباتات پر خصوصیت کے ساتھ اظہار کرم فرماتی ہے اور خزاں میں تمام راہیں مسدود کر کے چمنستانوں کو ان ایام میں دغدغۂ ویرانی سے مامون کر دیتی ہے، اسی طرح رمضان مبارک میں اعمال صالحہ وافعال حسنہ اور اہلِ خیر واصلاح کو مزید قرب وثواب ورحمت و برکت اور فضل وشرف کے ساتھ سرفراز فرماتی ہے اور غارتگرانِ اعمال وشیاطین مفسدہ پرواز کو مقید کر کے خطرۂ ہلاکت و بربادی سے امن وعافیت بخشتی ہے۔

بخاری ومسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا:

''اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ

جَهَنَّمَ وَ سُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ'' (۲)

یعنی، جب رمضان مبارک آتا ہے جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، شیاطین کو مقید کردیا جاتا ہے۔

اس مضمون میں بہت احادیث وارد ہیں، بعض روایات میں ''فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمٰوَاتِ'' بعض میں ''أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ'' اور ترمذی کی ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں: ''فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَ يُنَادِيْ مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ، وَ يَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ''۔(۳) ترجمہ: ''پھر ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور پکارنے والا پکارتا ہے: اے نیکی کے طلبگار! متوجہ ہو اور اے بدی کے طالب! کمی کرے اور باز رہ''۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضان مبارک میں رحمت و کرم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور طلبگارانِ کرم کے لئے کوئی در بند نہیں ہوتا۔ جستجو پیشگانِ خیر و ثواب کو صدائے عام دی جاتی ہیں اور منادیٔ غیب ندائیں کرتا ہے کہ امیدوارانِ ثواب آئیں اور گناہ گار گناہ سے باز رہیں، جیسے موسم ربیع میں سبزہ زاروں کو آب و ہوائے موافق ملتی ہے اور سموم و بادِ مخالف کے زہریلے اثر اور تباہ کاریوں سے ان کو محفوظ رکھا جاتا ہے، ایسے ہی رمضان مبارک میں خدا شناسوں اور دینداروں کے لئے رحمت و کرم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان کو برباد کرنے والے دشمن (شیاطین) کو قید کردیا جاتا ہے، جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور جس طرح موسم ربیع میں سبزہ کو بہت زیادہ سرسبزی و شادابی اور روز افزوں نشو ونما دی جاتی ہے، اسی طرح رمضان مبارک میں مومنین کے طاعات و حسنات اور اجر و ثواب میں بے اندازہ زیادتی کی جاتی ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''كُلُّ عَمَلِ ابْنَ اٰدَمَ يُضَاعِفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ

۲۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الاول (برقم: ۱/۱۹۵۶) بحوالہ ''صحیح البخاری'' (برقم: ۱۸۹۹) و ''صحیح مسلم'' (برقم: ۲/۱۰۷۹)

۳۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الثانی (برقم: ۵/۱۹۶۰) بحوالہ ''سنن الترمذی'' (برقم: ۶۸۲) و ''سنن ابن ماجه'' (برقم: ۱۶۴۲)

مِائَةِ ضِعْفٍ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهُ لِىْ وَأَنَا أَجْزِىْ بِهٖ، يَدْعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامُهٗ مِنْ أَجْلِىْ'' (۴)

یعنی بنی آدم کے اعمال براہ کرم و بندہ نوازی بڑھائے جاتے ہیں، ایک نیکی دو چند سے ہفت صد چند (سات سوگنا) تک سوائے روزے کے کہ پروردگارِ عالم فرماتا ہے کہ روزہ کا اجر وثواب بے اندازہ و بے حساب ہے کیونکہ وہ خاص میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزاء عطاء فرماؤں گا، بندہ میرے لئے اپنی خواہشات وخوراک کو ترک کرتا ہے۔

حضور پُرنور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ ، فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَ فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ'' (۵)

یعنی، روزہ دار کے لئے دو فرحتیں ہیں، ایک فرحت وقت افطار کہ وہ بفضلِ الٰہی ادائے فرض سے عہد برا ہوا اور نفس اور اس کی خواہشات طاعتِ الٰہی میں مخل نہ ہوسکے، دوسری اپنے پروردگار کی ملاقات کے وقت جب وہ جزاء و ثواب سے نوازا جائے گا۔

اس میں ایک اشارہ ہے بشارت سے لبریز اور ایک مژدہ ہے طرب انگیز کہ روزہ دار محبوب حقیقی کے دیدار سے بہرہ ور ہوگا، فرح وسرور کی جان اس وعدہ پر قربان کہ وہ محبوب فرمائے۔ دوسری فرحت کا مزہ میری ملاقات کے وقت معلوم ہوگا۔ پہلی فرحت تو رضائے رحمٰن ہے دوسری لقاءِ جمیل منان۔ سالک کو بترتیب منازل طے کرائے جاتے ہیں، غیبت سے شہود کی طرف ترقی دی جاتی ہے، اول مقام رضا ہے اور دوسرا اِلْقَا، والحمد لله علىٰ ما أنعم علينا من سَوَائِغ نِعَمِه و سَوَابِغ كَرَمِه له الحمدُ و له المنَّةُ و هو ذو الفضل العظيم

پھر ملاقات کی بھی یہ شان نہیں کہ ؎ دیدار می نمائی و پرہیز می کنی

ایک جھلک دکھا دی اور تڑپا دیا، نیم بسمل بنایا اور تڑپتا چھوڑ دیا، یہ بھی نہیں کہ سامنا ہوا اور نظر

۴۔ مشکاة المصابیح ، کتاب الصوم، الفصل الاول (برقم: ۴/۱۹۵۹) بحوالہ ''صحیح البخاری'' (برقم:۱۹۰۴) و ''صحیح مسلم'' (برقم:۱۶۴/۱۱۵۱)

۵۔ یہ الفاظ سابقہ صفحہ میں مذکور حدیث کے الفاظ ہیں۔

اختقار سے دیکھ کر شرما دیا، دربار میں بارتو دیا مگر التفات نہ کیا، ملاقات اس کرم و بندہ نوازی کے ساتھ کہ طلب گار کی دلجوئی بھی ہے وہ اپنے حال سے شرمانہ جائے، ارشاد فرماتے ہیں:

”لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْکِ“ (۶)

یعنی، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک سے زیادہ پیاری ہے۔

اس عاشق پروری کے صدقے، بندہ نوازی کے قربان، رمضان شریف کیسی کیسی نعمتیں، کیسی کیسی دولتیں رکھتا ہے، کیسے اعلیٰ منازل قُرب ووصال کے مژدے دیتا ہے۔

اس ماہ مبارک کی شان سرورعالی شان ﷺ نے برسرِ منبر بیان فرمائی اور ماہِ مبارک، ماہِ عظیم، ماہِ صبر، ماہِ مواساۃ کا لقب دیا، اور فرمایا: یہ وہ مبارک مہینہ ہے کہ اس میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے۔ اس مہینہ میں روزہ دار کو افطار کرانا گناہوں کی مغفرت اور دوزخ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے اور اس سے روزہ کا ثواب ملتا ہے۔ اس مہینہ کے لئے سال بھر جنّتیں آراستہ کی جاتی ہیں۔

یہ خیر و برکت والا مہینہ ہمارا مہمان ہے یا میزبان، جب ہم اس کی نعمتوں، دولتوں اور اس کے سروسامان، عطایا، مواہب پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑا مہمان نواز کریم میزبان ہے جو بے مثال کرم ونوال کے ساتھ ہماری مہمان داری فرماتا ہے اور جب ہم اس تک پہنچتے ہیں، ہمیں برکات وحسنات سے مالا مال کر دیتا ہے۔ اس کی نعمتوں کا سرمایہ اتنا وسیع ہے کہ ہم ان سب کو حاصل کرنے سے بھی قاصر رہ جاتے ہیں اور جس وقت ہم اپنے انتظار کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارا عزیز و پیارا مہمان ہے، جس کے آنے کے دن ہم نے گِن گِن کر گزارے ہیں اور سال بھر کی تمناؤں کے بعد اس کو پایا ہے، اب یہ فیصلہ کس طرح کیا جائے کہ وہ میزبان ہے یا مہمان اور ہم ایام وشہور کی منزلیں قطع کر کے اس تک پہنچتے ہیں اور بچپن و جوانی کی راہوں سے گزر کر اس کی ملاقات سے مشرف ہوتے ہیں یا وہ ایک عرصۂ معہود کے بعد ہم پر [مہربانی آیا] کرتا ہے۔ عجب حیرت ہے یہ معلوم کرنا دشوار ہے کہ ہم جاتے ہیں یا وہ آتے ہیں۔ اب ہادیٔ عالم رہنمائے اعظم ﷺ کے دربار سے دریافت کیجئے تب عُقدہ حل ہو کہ کون مہمان ہے، کون میزبان؟۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ“ (۷) تمہارے پاس ماہ مبارک

۶۔ یہ الفاظ بھی سابقہ صفحہ میں مذکور حدیث کے الفاظ ہیں۔ ۷۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الثالث (برقم:۱۹۶۲) بحوالہ ”مسند أحمد“ (برقم:۲/۳۳۰) و”سنن النسائی“ (برقم:۲۱۰۶)

رمضان تشریف لایا، ''اِنَّ هٰذَا الشَّهرَ قَدْ حَضَرَ کُمْ'' (۸) بے شک یہ ماہ مبارک تم پر رونق افروز ہوا۔ احادیث کریمہ نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ مہمان مکرم رمضان ہے اور ہم میزبان۔ اگر برکات و سعادات حاصل کرنے کے لئے ہمیں سال بھر سفر کی محنتیں اٹھانا پڑتیں اور قطعِ منازل و مراحل کی مُشقّتوں کے بعد ہم اس کے درِ دولت تک پہنچتے پھر ہمیں وہ نوازتا جب بھی اس کا کرم تھا مگر اس کرم بے غایت کی کیا نہایت کہ ہمیں خود ہمارے مطلب کے لئے بھی تکلیفِ سفر نہ دی اور دینی و دنیوی نعمتوں کے ذخائر عظیمہ لے کر اس مہمان، میزبان نواز نے کرم فرمایا۔

اب ہمیں ایسے عزیز مہمان کی کس خلوص سے میزبانی کرنی چاہئے اور کتنی بڑی نالائقی ہوگی اگر اس مہمان کی قدر و منزلت، خاطر مدارت میں کمی ہوئی۔ کیسی بدنصیبی ہوگی اگر وہ سراپا کرم مہمان ہماری ناقدری سے ناخوش و ناراض واپس ہوا اور ہم اس کی کریمانہ عطا پاشیوں سے سرمایۂ سعادت حاصل نہ کر سکے، وہ برکات تقسیم فرماتا رہے اور ہم لہو ولعب میں مصروف رہے، اس کی طرف متوجہ ہی نہ ہوئے۔ وہ بلاتا رہا مگر ہم نے اس کی طرف رُخ نہ کیا، خدا نہ کرے کہ ایسا ہو ہمیں اس کی مہمانداری کے لئے اتم خلوص کے ساتھ تیار ہونا چاہئے اور اس کے مبارک وقت کا ایک ایک لمحہ اس کی خدمت میں صرف کر دینا چاہئے۔

مہمان محترم کا استقبال:

میزبان کے فرائضِ مہمانداری میں سب سے پہلا فرض صاحبِ احترام مہمان کا استقبال اور جب شاندار استقبال کیا جائے گا، اس سے میزبان کی لیاقت ادب شناسی، شائستگی اور حُسنِ نیت و اخلاص کا اظہار ہوگا۔ محبوب کی آمد مشتاقانِ دیدار کے دلوں میں پہلے ہی تمنائیں پیدا کر دیتی ہے اور جذبات کی آرزو استقبال کو جیسا شاندار بنا دیتے ہیں، دوسرے اسباب سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ رمضان مبارک کے جلوؤں کی تمنا اہلِ ایمان کے دلوں میں تمام سال پیدا رہتی ہے اور جتنا زمانہ قریب آتا جاتا ہے تمنا کے سمندر کی لہریں زبردست ہوتی چلی جاتی ہیں۔ رجب مرجب سے تو انتظار کرنے والے ہر ہلال کی تحقیق کرتے ہیں تاکہ محبوب رمضان کے نزول کے وقت میں کسی قسم کا اشتباہ پیدا نہ ہو، شعبان کا پورا مہینہ انتظار میں گزرتا ہے۔ رمضان شریف کی یاد میں ایک ایک دن گن

۸۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الثالث (برقم: ۱۹۶۴/ ۹) بحوالہ ''سنن ابن ماجہ'' (برقم: ۱۶۴۴)

کر کاٹا جاتا ہے، انتیسویں تاریخ دینداروں کے ولولوں کی انتہائی ترقی کا دن ہوتا ہے، جماعتیں کی جماعتیں غروبِ آفتاب سے پہلی ہی ورودِ رمضان کی بشارت لانے والے ہلال کی طلب میں شہروں سے نکل کر جنگلوں اور بلند مقاموں میں منتظر کھڑے رہتے ہیں اور جہاں آفتاب غروب ہوا اور ہلال رمضان کی ابرو کے دلجو نمودار ہوئی دھوم مچ گئی، انگلیاں اٹھنے لگیں جسے نظر آتا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور شکر ودعا میں رطبُ اللّسان ہوا۔ زمانہ اقدس سے آج تک ماہِ رمضان کا اس شان سے استقبال کیا جاتا ہے، ابوداؤد کی حدیث میں ہے:

عن ابن عمر قال: تَرَاءَ ى النَّاسُ الْهِلاَلَ فَأَخْبَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنِّىْ رَأَيْتُهُ فَصَامَ أَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ (۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے چاند دیکھا، میں نے حضور انور ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے، حضور نے روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ کا حکم فرمایا۔

انتیسویں شعبان کی جستجو واجب ہے، اگر نظر آئے تو رمضان شروع ہو گیا اور اَبر وغُبار ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کئے جائیں، جنتریوں اور نجومیوں کی خبر کا کچھ اعتبار نہیں۔ چاند دیکھتے وقت (اُنگلی سے) اشارہ کرنا مکروہ ہے اگر آسمان صاف نہ ہو مطلع پر اَبر وغُبار ہو تو ایک ہی شخص عاقل، بالغ، مسلم، عادل کی شہادت معتبر ہے کیونکہ محبوب کی آمد کا مژدہ لانے والے کو محبّ نظرِ اعتبار سے دیکھا کرتا ہے جب تک کہ اس سے ساتھ کذب کے علامات نہ ہوں، اس لئے ایک ہی شخص کی خبر بشرطیکہ عادل ہو ہلالِ رمضان کے لئے معتبر ہے، خواہ مرد ہو یا عورت، ایک ہی شخص کی یہ شہادت بھی معتبر ہے کہ اس کے سامنے فلاں شخص نے رؤیتِ ہلالِ رمضان کی شہادت دی ہے۔ اس شہادت میں لفظ شہادت و دعویٰ وحکم وحاکم کچھ شرط نہیں، سننے والے پر روزہ لازم ہو جاتا ہے، چاند دیکھنے والے سے اس کی ہیئت وشان کے متعلق سوال کرنا بالکل غیر ضروری ہیں، جو شخص چاند دیکھے خواہ مرد ہو یا عورت ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اسی شب میں شہادت دے۔

گاؤں میں اگر کوئی شخص تنہا چاند دیکھے تو اسے اپنے موضع کی مسجد میں شہادت دینا چاہئے اور

۹۔ مشكاة المصابيح، كتاب الصوم، باب رؤية الهلال، الفصل الثانى (برقم: ۱۹۷۹/۱۱) بحوالہ "سنن أبى داؤد" (برقم: ۲۳۴۲) و"سنن الدارمى" (برقم: ۱۶۹۱)

لوگوں کو اس پر اعتبار کر کے روزہ رکھنا چاہیئے بشرطیکہ وہ شخص عادل ہو۔ اگر کسی شخص نے رمضان کا چاند دیکھا اور اس کی شہادت کو قبول نہ کیا تو اس پر خود لازم ہے اور اگر وہ افطار کرے گا تو اس پر قضاء لازم آئے گی، پھر اگر عید کے چاند کے وقت بھی اَبر رہا اور انتیس کو چاند نظر نہ آیا مگر اس شخص کے روزے تیس پورے ہو چکے جس کی شہادت مقبول نہ کی گئی تو بھی یہ افطار نہ کرے، امام کا اتباع اس پر لازم ہے۔

یہ تمام احکام اس صورت میں ہیں جب کہ مطلع صاف نہ ہو اَبر و غُبار رہو اور اگر یہ کچھ نہیں ہے، مطلع صاف ہے تو ایسی حالت میں ثبوتِ ہلال کے لئے ایسی جماعت کثیرہ کی شہادت درکار ہے جس کی خبر پر اطمینان ہو، عید کا چاند بھی انتیس رمضان کو تلاش کیا جائے، اگر کوئی شخص تنہا چاند دیکھ لے وہ افطار نہ کرے اور اگر اس نے روزہ نہ رکھا تو قضاء لازم آئے گی، جس شخص نے عید کا چاند دیکھ کر شہادت دی اور اس کی شہادت قبول نہ کی گئی تو اس پر بھی روزہ لازم ہے، نہ رکھے گا قضاء لازم ہو گی اور اگر امام یا قاضی تنہا عید کا چاند دیکھے تو لوگوں کو عید گاہ جانے کا حکم نہ دے، نہ افطار کرے۔ اگر آسمان صاف ہو تو عید کے چاند میں، مثل رمضان کے جماعت کثیرہ کی شہادت معتبر ہے اور اگر آسمان پر اَبر و غُبار ہو تو ہلالِ عید کے لئے دو مردوں یا ایک مرد یا دو عورتوں کی شہادت درکار ہے اور اس شہادت کا مشاہد کا خیر ہونا اور لفظِ شہادت کے ساتھ گواہی دینا ضروری ہے اور جب دو مرد عید کے چاند کی ایسے موضع میں خبر دیں جو شہر نہیں ہے اور اس میں کوئی والی اور قاضی بھی نہیں ہے تو اگر آسمان پر اَبر ہو تو لوگوں کو افطار کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ خبر دینے والے عادل یعنی غیر فاسق ہوں، اگر رمضان کا روزہ ایک شہادت پر رکھا اور تیس دن پورے ہونے کے بعد بھی عید کا چاند اَبر ہونے کی وجہ سے نظر نہ آیا تو افطار کریں اور اگر آسمان صاف تھا تو امام محمد رحمہ اللہ کی روایت یہی ہے کہ افطار کریں اور ''غایۃ البیان'' میں اسی قول کو ''اصح'' بتایا ہے۔

اگر انتیس رمضان کو چند آدمی گواہی دیں کہ انہوں نے رمضان کا چاند شہر والوں سے ایک روز پہلے دیکھا ہے تو اگر وہ اسی شہر کے رہنے والے ہیں تو ان کی شہادت قبول نہ کی جائے کیونکہ ان پر چاند دیکھتے ہی شہادت دینا واجب تھا، اس کے ترک کا ان پر الزام ہے اور وہ اگر کسی دور دراز مقام سے آئے ہیں تو ان کی شہادت جائز ہے، اختلاف مطالع معتبر نہیں، اگر اہلِ مغرب رمضان کا چاند دیکھیں تو مشرق والوں پر شہادت پا کر روزہ واجب ہو جاتا ہے اور اگر ایک جماعت نے آ کر یہ

شہادت دی کہ فلاں شہر کے لوگوں نے تم سے ایک روز قبل رمضان کا چاند دیکھا اور روزے رکھے، ان کے حساب سے آج رمضان کی تیس تاریخ ہے، اس حالت میں اگر یہاں چاند نہ دیکھا جائے تو دوسرے دن عید کرنا جائز نہیں، نہ اس شب کی تراویح ترک کی جائے گی کیونکہ انہوں نے خود چاند دیکھنے کی شہادت نہیں دی اور نہ دوسروں کی شہادت کی شہادت بلکہ دوسروں کی رؤیت کی حکایت کی ہے، البتہ اگر وہ یہ شہادت دیں کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس دو شخصوں نے فلاں شب میں رؤیتِ ہلال کی شہادت دی اور قاضی نے ان دونوں کی شہادت پر حکم جاری کر دیا تو جائز ہوگا کہ اس شہر کا قاضی ان کی شہادت پر حکم کر دے۔

یوم شک کا روزہ:

اگر شعبان کی ۲۹ تاریخ کو اَبر رہا اور اس وجہ سے چاند نہ دیکھا گیا، شبہ رہا کہ چاند ہوا یا نہیں، اس حالت میں بایں نیت روزہ رکھنا کہ اگر کل رمضان ہے تو روزہ رمضان کا ورنہ نفل کا، یہ مکروہ ہے، ابو داؤد، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ وغیرہ میں بروایت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مَنْ صَامَ يَوْمَ الَّذِیْ يُشَکُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصٰی أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ (۱۰)

یعنی، جس شخص نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے حضور انور ﷺ کی نافرمانی کی۔

البتہ جو شخص ہر مہینہ کی آخری تاریخوں میں یا ماہِ شعبان کی آخری تاریخوں میں روزے رکھنے کا عادی ہو وہ بہ نیت نفل روزہ رکھے اور ایسے ہی وہ لوگ جو خالص نیت نفل پر قادر ہوں اور ان کے دل میں رمضان کا خطرہ بھی نہ گزرے، ان کے لئے بھی اس دن نفل روزہ جائز ہے، پھر اگر یہ ثابت ہو جائے گا کہ چاند ہو گیا تھا تو یہ روزہ رمضان ہی کا ہو جائے گا۔ یوم شک کا حکم یہ ہے کہ اس روز صبح سے دوپہر تک لوگ کچھ کھائیں، پئیں نہیں، انتظار کریں کہ کہیں سے چاند کی خبر آ جائے تو روزہ کی نیت کر لیں ورنہ بعد زوال کھائیں پئیں۔

یہ رمضان کا استقبال ہوا اور چاند نظر آنے کے بعد وہ مکرم مہمان تشریف فرما ہو جائے تو اس کا اِکرام یہ ہے کہ ہم دن میں روزہ دار رہیں اور رات کو تراویح اور قرآن پاک کے سننے میں مشغولِ

۱۰۔ مشكاة المصابيح، كتاب الصوم، باب رؤية الهلال، الفصل الثانی (برقم: ۱۹۷۷/ ۹) بحوالہ "سنن أبی داؤد" (برقم: ۲۳۳۴) و "سنن الترمذی" (برقم: ۶۸۶) و "سنن النسائی" (برقم: ۲۱۸۸) و "سنن ابن ماجه" (برقم: ۱۶۴۵) و "سنن الدارمی" (برقم: ۱۶۸۲)

عبادت اوراس کے اکثر ایام بالخصوص عشرۂ آخر میں اعتکاف کریں۔

روزہ:

روزہ سے مراد یہ ہے کہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک جو اس کا اہل ہو، کھانا پینا اور جماع ترک کردے۔ احادیث میں روزہ کی بہت فضیلتیں وارد ہیں، حضور نے فرمایا:

''**اَلصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ**''(۱۱)

یعنی، روزہ نصف صبر ہے۔

کہ صبر کے لئے اگر کوئی اندازہ مقرر کیا جائے تو اس میں نصف مرتبہ رکھے گا اور قرآن پاک میں وارد ہوا:

﴿**اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ**﴾ (۱۲)

کہ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر مرحمت فرمایا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ روزہ دار جو صبر کا حظِ وافر رکھتا ہے اور صابرین میں ممتاز مرتبہ اس کو حاصل ہے، اس کا اجروثواب تقدیروحساب سے فزوں تر ہے، **وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن** ۔ روزہ داروں کے لئے جنت میں ایک خاص دروازہ مقرر ہے جس کا نام ہے ''ریان''، اس دروازہ سے سوائے روزہ داروں کے کوئی دوسرا داخل نہیں ہوگا، حضور ﷺ نے فرمایا:

''**لِكُلِّ شَيْئٍ بَابٌ وَ بَابُ الْعِبَادَةِ الصَّوْمُ**''

ہر چیز کا ایک دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے:

''**نَوْمُ الصَّائِمِ عِبَادَةٌ**''

روزہ دار کی نیند بھی عبادت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ''اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ اپنے ملائکہ سے فرمائے گا: اے میرے ملائکہ! میرے بندوں کو دیکھو اس نے میرے لئے اپنی خواہشوں اور لذتوں اور خوردونوش کو ترک کیا''۔

۱۱۔ سنن ابن ماجه ،ابواب ما جاء فى الصيام، باب فى الصوم زكاة الجسد (برقم: ۱۷۴۵)

۱۲۔ سورة الزمر: ۱۰/۳۹

عبادتیں سب اللہ ہی کے لئے ہیں لیکن حضرت حق تبارک وتعالیٰ کا روزہ کو اپنی ذات کریم کی طرف نسبت فرمانا اس کی تشریف وعظمت کے لئے ہے، روزہ ایک مخفی اور پوشیدہ عبادت ہے جس کو سرائر جاننے والا جانتا ہے اور دوسری طاعات کی طرح روزہ میں کچھ افعال ظاہرہ ایسے نہیں ہیں جو خلق کی نظر کے سامنے ہوں جیسے نماز کے افعال ہر شخص دیکھتا ہے اور دیکھ کر جانتا ہے کہ یہ بندہ طاعات الٰہی میں مشغول ہے، اسی طرح حج، ایسے ہی زکوٰۃ خواہ چھپا کر دی جائے مگر جس کو دی جائے گی وہ تو واقف ہوگا لیکن روزۃ عملِ باطن ہے، صبر مجرد ہے اور ایک راز کی عبادت ہے، ریا اور دکھاوٹ کا موقع اس میں نہیں ہے، علاوہ بریں روزے میں نفس وشیطان کی سرکوبی ہے کیونکہ شیطان کا وسیلہ اوراس کے بہکانے کا آلہ شہوات ہیں اور وہ کھانے پینے سے قوت پاتی ہیں، اس لئے حدیث شریف میں حضور کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَجْرِىْ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ فَضَيِّقُوْا مَجَارِيَهِ بِالْجُوْعِ“

شیطان آدمی میں خون کی گزرگاہوں میں نفوذ کرتا ہے تم اس کے رستوں کو بھوک سے بند کردو۔

معلوم ہوا کہ بھوک سے جو کسر شہوات ہوتا ہے اس سے شیطان کے آلات شیطنت کند اور ناکارہ ہوجاتے ہیں، ایک اور حدیث شریف میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے کس پاکیزہ انداز سے اس مضمون کا ادا فرمایا ہے، ارواحنا فداہٗ فرماتے ہیں:

قَالَ ﷺ لِعَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا: ”دَاوِمِىْ قَرْعَ بَابِ الْجَنَّةِ“، قَالَتْ: بِمَاذَا؟ قَالَ ﷺ: ”بِالْجُوْعِ“

حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم ہمیشہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹاتی رہو، عرض کیا کس چیز سے یارسول اللہ! فرمایا: بھوک سے۔

سبحان اللہ! یہ بھوک اور پیاس اور ترکِ لذائذ، اصلاحِ نفس وقہرِ شیطان کے لئے کیسا عجیب نسخہ اور کیسا بہترین علاج ہے، نفس مادیت کے لوازم سے انقطاع کر کے تجرد کی طرف مائل ہوتا ہے اور مستعد ہوتا ہے کہ ربّانی انوار اس میں متجلّی ہوں اور کدوراتِ مادیہ سے فطرتِ انسانیہ کا آئینہ مجلّٰی و

مصفّٰی ہوکر جمالِ حق کی تجلی گاہ بنے ،اس کے علاوہ پیاپے مسلسل ،غیر منقطع نعمتوں کی بارش جو ربُّ العزت تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہوتی رہی ہے اور ہر آن میں بے شمار نعمتیں بندے کو پہنچتی ہیں اور وہ غفلت مخمورانہ زندگی بسر کرتا ہے اور جب دنیا میں مصروف رہ کر مُنعِم حقیقی اور اس کے نعمتوں کو فراموش کر دیتا ہے اور قدرِ نعمت نہ معلوم ہوکر ادائے شکر کی فضیلت و برکت سے محروم رہتا ہے اور اوجِ سعادت تک نہیں پہنچ سکتا۔ روزے میں حوائج اور مرغوباتِ نفس کو روک کر بندے کو نعمتوں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور ہر ایک طلب کے ساتھ جو اس کے مالوفات کے ساتھ اس کے باطن میں پیدا ہوتی ہے اس کو اپنے ربّ کی نعمت اور اس کی قدر و منزلت کا پتہ چلتا ہے ،غفلت و بے خبری کا نشہ اُترتا ہے اور وہ ہوش میں آکر اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرتا ہے اور ادائے شکر کے فرض کو محسوس کر کے اپنے قلوب کو اس نعمت دینے والے پروردگار کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

مراتب صوم:

روزے کے تین درجے ہیں:

(۱) عوام کا روزہ، (۲) خواص کا روزہ، (۳) خواص الخواص کا روزہ

عوام کا روزہ وہی ہے جس کا ذکر ہو چکا اور تفصیل گزر چکی کہ اس میں خواہشاتِ اَکل وشُرب وجماع کو ترک کر کے نفس کو اس کے مشتہیات سے روکا جاتا ہے اور منزلِ صبر و رضا طے کرائی جاتی ہے ،بار بار خواہشات میں امنگیں اٹھتی ہیں لیکن اُن کو عبدیت و استسلام (فرمانبرداری) کے چھینٹوں سے ٹھنڈا کر دیا جاتا ہے، اَکل وشُرب وغیرہ کے تمام سامان اور ضروریات سامنے موجود ہوتے ہیں اور ان پر دسترس کامل حاصل ہوتا ہے، نفس میں اُن کی طلب اور خواہش بھی ہوتی ہے لیکن اس کو رضائے حق کے لئے اپنے تمام مالوفات ٹھکرا دینے کا عادی بنایا جاتا ہے۔

خواص کا روزہ اس سے بالاتر ہے، ان کا ایک ایک عضو صائم ہوتا ہے، کان لغو اور ممنوع بات سُننے سے اب اس میں فجور کی باتیں ہوں یا جھوٹے قصے یا غیبت یا ممنوع راگ ،لہو ولعب کی باتیں، پرہیز گار صائم اپنے کان کو ان کے سُننے سے بچاتا ہے اور ذکرِ الٰہی ،تلاوتِ قرآن ،کلماتِ خیر، وعظ و نصائح مسلمانوں کی بہبود اور مستحب باتوں کے سُننے میں اپنی قوتِ سامعہ کو کام میں لاتا ہے اور بے ضرورت مباح گفتگو سے بھی بچتا ہے۔ ''حدیث بخاری'' میں اسی کی طرف اشارہ ہے جہاں فرمایا:

”مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَ الْعَمَلِ بِهٖ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ“ (۱۳)

جس نے لغو و باطل بات اور بے ہودہ عمل کو ترک نہ کیا، اللہ تعالیٰ کو اس کا خورد ونوش چھوڑنا درکار نہیں۔

ایک اور حدیث دارمی میں مروی ہے جس میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

”كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الظَّمَاءُ“ (۱۴)

کتنے روزہ داروں کو اپنے روزہ سے بھوک پیاس حاصل ہوتی ہے۔

یہ ان لوگوں کے حق میں ہے جو کھانا پینا تو ترک کر دیتے ہیں مگر ہر ایک بات میں اپنے نفس کا احتساب نہیں کرتے۔ خواص کا روزہ کامل احتساب کے ساتھ ہوتا ہے، آنکھ کو وہ اُن چیزوں کے دیکھنے سے مصروف کرنا چاہتے ہیں جن کا دیکھنا ثواب ہے۔ زبان کو وہ اس کلام کے تکلّم میں رکھتے ہیں جس کا تکلّم عبادت یا مستحب ہو۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں اور اپنے تمام اعضاء و جوارح کو گناہ اور بے فائدہ کاموں سے روکتے اور بچاتے ہیں اور ان سب کو طاعات و رضائے الٰہی میں مشغول و مصروف رکھتے ہیں اور بسا اوقات اس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ ایک گوشۂ مسجد میں معتکف ہو جاتے ہیں اور اُمورِ دینیہ سے اشتغال کر کے متوجہ بحق ہوتے ہیں، روزے کی حکمت جاننے والے یہ سمجھتے ہیں کہ روزہ میں صرف حرام چیزوں ہی سے نہیں روکا ہے، حرام تو بے روزہ کو بھی ممنوع ہیں، ان میں ملوث و مبتلا ہونا تو ہمیشہ ہی ناجائز ہے، روزہ میں خصوصیت کے ساتھ ان ہی چیزوں سے روکا ہے جو فی نفسہا مباح ہیں، کسبِ حلال سے حاصل کیا ہوا حلال وطیب کھانا، پاک پانی، منکوحہ بی بی یہ سب حلال چیزیں تھیں، انہیں سے روزہ میں روکا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال چیزیں بھی جن کا استکثار انسان کے لئے حُبِّ دنیا اور غفلت عَنِ اللہ کا باعث ہو، گم کر دی جائیں۔ اس لئے خواص اپنے روزہ میں ایسے مباحات کو ترک کر دیتے ہیں جن پر ثواب نہیں ملتا اور جو بے فائدہ ہوں یا ان کا فائدہ

۱۳۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب تنزیہ الصوم (برقم:۱/۱۹۹۹) بحوالہ ”صحیح البخاری“ (برقم:۱۹۰۳)

۱۴۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب تنزیہ الصوم، الفصل الثانی (برقم:۱۶/۲۰۱۴) بحوالہ ”سنن الدارمی“ (برقم:۲۷۲۰)

خالص دنیوی ہو، یہ حضرات جنہیں شریعت میں ''صالحین'' کہتے ہیں وقتِ افطار قلیل خوراک پر اکتفا فرماتے ہیں اور خوب سیر ہو کر کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اسی طرح انواعِ طعام میں بھی توسُّع سے بچتے ہیں اور لحاظ رکھتے ہیں کہ روزہ کا مقصود کسرِ ہوا وتقویتِ تقویٰ ہے، اسی طرح یہ حضرات کثرتِ نوم یعنی زیادہ سونے سے بھی بچتے ہیں یعنی نفس کو بھوک پیاس کا احساس ہو اور وہ قوتوں کے ضُعف وانکسار کا شعور کرے اور قلب کی صفائی پیدا ہو، ہر روز ضُعفِ قویٰ ایک انداز سے ترقی کرتا رہے اور وسائلِ شیطان مضمحل ہو جائیں۔ ربّانی اَنوار قوِی ہوں اور شیطان حریمِ قلب کے پاس نہ پھٹک سکے۔

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نہایت کبیر السِّن شیخ تھے اور کبیر سِن میں ضُعف لازم ہے، آپ سے عرض کیا گیا کہ عمر شریف بہت زیادہ ہے، قُویٰ کمزور ہو چکے ہیں، روزوں سے آپ کو بہت ضُعف ہو جائے گا، فرمایا: میں ایک طویل سفر کی تیاری کر رہا ہوں، اللہ کی طاعات پر صبر آسان ہے۔ اس کے عذاب پر صبر کرنے سے یہ حضرات روزہ کی قدر ومنزلت جانتے ہیں اور ان کی نظر میں روزہ کا ثمرہ اور فائدہ یہ ہے کہ جسمانیت اور اس کے لواحق کو ضعیف کر کے نفس کو ترکِ شہوات کا عادی بنایا جائے تاکہ انسان مرتبۂ انسانیت سے ترقی کر کے ملکیت سے قُرب حاصل کر سکے، انسان کا مرتبہ بہائم (چوپایوں) سے برتر ہے، یہ کیوں اس لئے کہ وہ اپنے نورِ عقل سے کسرِ شہوت پر قادر ہے، اگر وہ شہوت میں مبتلا ہو جائے تو اس کی حالت یہاں تک ردی ہوتی ہے کہ اسفل السافلین میں گر جاتا ہے اور بہائم سے پستی میں جا ملتا ہے بلکہ ان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے، عوام ملائکہ کا مرتبہ عوام انسان سے برتر ہے، جب انسان ترکِ شہوات ولذات کر کے روحانی ترقی کرتا ہے تو افقِ ملائکہ تک پہنچتا ہے اور مقربین میں داخل ہو جاتا ہے اور ان کے اخلاق اس کے نفس میں نمودار ہوتے ہیں، یہ صالحین کا روزہ کا ایک مختصر بیان تھا جس کو اس حدیث کی شرح میں سمجھنا چاہئے جو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمائی:

''اِنَّ الصَّوْمَ اَمَانَۃٌ فَلْیَحْتَفِظْ أَحَدُکُمْ بِأَمَانَتِہٖ''

روزہ امانت ہے چاہئے کہ ہر شخص اپنی امانت کو محفوظ رکھے۔

یہ بھی روایت میں آیا کہ جب حضور انور ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا﴾ (۱۵)

۱۵۔ النساء:۴/۵۸

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں امانت والے کو ادا کرو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت مبارک تلاوت فرماتے ہوئے اپنے دست مبارک، اپنے گوش اقدس اور چشم مبارک پر رکھ کر فرمایا:

''اَلسَّمْعُ أَمَانَةٌ وَ الْبَصَرُ أَمَانَةٌ''

کان بھی امانت اور آنکھ بھی امانت۔

جو اپنے اعضاء اور جوارح کو خدا کی امانت سمجھے، وہ کیسے ان کو اس کی مرضی کے سوا دوسری چیز میں صرف کر سکے، اس لئے حدیث کریم میں حضور اقدس ﷺ نے حکم فرمایا:

''اِنِ امْرَءٌ قَاتَلَهٗ اَوْ شَاتَمَهٗ فَلْيَقُلْ: اِنِّيْ صَائِمٌ، اِنِّيْ صَائِمٌ''

اگر کوئی روزہ دار سے لڑے یا اس کو گالی دے تو روزہ دار کو چاہئے کہ اسے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں۔

یعنی میرے اعضاء و جوارح اللہ کی امانت ہیں اور حالتِ روزہ میں ان کو اس کی اطاعت کے سوا کسی اور کام میں صرف نہ کروں گا تو مجھ سے جنگ کرنے یا جواب دینے کی توقع نہ رکھنا چاہئے۔

اخص الخواص کا روزہ ان حضرات کے روزہ میں اعضاء و جوارح کے کامل ترین روزہ کے ساتھ ساتھ قلب کا روزہ ہوتا ہے جو ہمِ دنیہ وافکارِ دنیویہ کے ترک اور اعراض عن مَّا سِوَی اللہ سے عبارت ہے، اس مقام میں خود اپنے نفس کی طرف بھی توجہ نہیں ہوتی اور صائم ہمہ بے ہمہ ہو کر حضرت ربُّ العزت تبارک وتعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوتا ہے اور اس کا قلب اس کے لئے فارغ۔ اس مقام کی تفصیل لفظ و عبارت میں نہیں ہوسکتی اور یہ خاص مرتبہ انبیاء و صدیقین و مقربین کا ہے۔ (السواد الاعظم مراد آباد، ماہ رمضان المبارک، ۱۳۴۶ ہجری)

رمضان المبارک

عجب بابرکت مہینہ ہے، مسلمانوں کے تمام اوقات، روز و شب عبادتِ الٰہی میں گزرتے ہیں، دن میں وہ اپنے ربّ کی یاد میں اپنی خواہشات کی قربانی کرتے ہیں اور بدنی حوائج و لذائذ کھانے پینے، مباشرت کرنے سے دست کش ہو جاتے ہیں، عاشقانِ الٰہی کے چہروں کی زردی،

لبوں کی خشکی کیسی پیاری اور بھلی معلوم ہوتی ہے۔ شکستِ رنگہا مہتاب بامش

چھوٹے بڑے مرد عورت سب یادِ الٰہی میں اپنے حوائج بدنیہ کو بھولے ہوئے ہیں اور ہمہ تن بندے ہوکر اس کی عبادت میں مشغول ہیں۔طلوعِ صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک بے آب ودانہ ،بھوکے پیاسے رہ کر مغرب کے لئے حاضر ہوجاتے ہیں،نماز سے فارغ ہوکر کچھ کھایا پیا کہ عشاء کی اذان شروع ہوگئی، پھر مسجد چلے آئے،عشاء کے فرض وسنت کے فارغ ہوکر تراویح شروع کردی، امام نے قرآن پاک شروع کیا ہے،مقتدی دن بھر روزہ رکھ کر اپنے ربّ کا کلام ہاتھ باندھ کر سن رہے ہیں اور محوِ یاد ہورہے ہیں، دن میں صیام ہے اور رات کو قیام۔عجب برکت والا دن ہے اور عجب نورانی رات۔اسی وجہ سے حضور سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا:

”اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَ فِيْ رِوَايَةٍ: فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ غُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَ سُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ، وَ فِيْ رِوَايَةٍ: فُتِحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ“ (بخاری و مسلم)(١٦)

جب رمضان داخل ہوتا ہے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین گرفتار کئے جاتے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

مُحدِّثین فرماتے ہیں کہ آسمانوں کے دروازے کھولنا رحمت نازل کرنے سے کنایہ ہے اور جنت کے دروازے کھولنا نیکیوں کی توفیق عطا فرمانے سے، کیونکہ وہ دخولِ جنّت کا سبب ہے اور جہنّم کے دروازوں کا بند کرنا، روزہ داروں کو معاصی سے امن دینے سے کنایہ ہے،لیکن امام نووی نے فتح و غلق میں دونوں وجہیں جائز رکھی ہیں، مجازی بھی، حقیقی بھی۔

عن سهل بن سعد قال: قال رسولُ الله ﷺ: ”فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ، مِنْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَانُ لاَ يَدْخُلُهُ اِلاَّ الصَّائِمُوْنَ“ (متفق علیه) (١٧)

١٦۔مشكاة المصابيح، كتاب الصوم، الفصل الأول(برقم:١٩٥٦/١)

١٧۔ مشكاة المصابيح، كتاب الصوم،الفصل الاول (برقم:١٩٥٧/٢)

بخاری و مسلم میں سہل بن سعد سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا: جنت میں آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک کا نام ''باب الریان'' ہے، روزے داروں کے سوا کوئی اس سے داخل نہ ہوگا۔

مُحدِّثین نے اس بات کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ اس کی طرف کثرت سے نہریں جاری ہیں اور اس کے قریب پھل پھول، شگوفے چمن، نگاہوں کی تازگی اور دلوں کو سُرور بخشنے والے بکثرت ہیں، اس لئے اس کو ''ریّان'' کہتے ہیں، یا وجہ یہ ہے کہ جو وہاں تک پہنچے گا اس سے روز قیامت تشنگی زائل ہو جائے گی اور اس کو طراوت و نظافت دائمی ''دارالمقامہ'' میں حاصل ہوگی۔ زرکشی نے کہا کہ ''ریّان'' فعلان کے وزن پر ہے، اس کے معنی ہیں ''کثیر الری'' یعنی زیادہ سیرابی والا، چونکہ روزہ دار کی بھوک پیاس پر کثرت سیرابی کے ساتھ جزا دی جائے گی اس لئے یہ نام رکھا گیا۔

عن أبی ہریرۃ قال: قال رسولُ اللّٰہ ﷺ: ''مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَ اِحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ، وَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَ اِحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ، وَ مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَاناً وَاِحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ'' (متفق علیہ)(۱۸)

بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا حضور ﷺ نے، جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے ایمان وطلبِ ثواب کے لئے، اس کے تمام پچھلے گناہ (صغائر) بخشے گئے اور جس شخص نے ماہِ رمضان میں ایمان وطلبِ ثواب کے لئے قیام کیا (یعنی شب کے وقت عبادتوں میں مصروف رہا) اس کے تمام پچھلے گناہ بخشے گئے اور جس نے ایمان وطلبِ ثواب کے لئے شب قدر کو قیام کیا اس کے تمام پچھلے گناہ بخشے گئے۔

قال رسولُ اللّٰہ ﷺ: ''کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِھَا اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: لٰکِنَّ الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَ أَنَا أَجْزِیْ بِہٖ، یَدَعُ شَھْوَتَهٗ وَ طَعَامَهٗ مِنْ

۱۸۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الاول (برقم: ۱۹۵۸/۳)

أَجلِیْ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ، وَ فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَآءِ رَبِّهٖ، وَ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْیَبُ عِنْدَاللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ وَ الصِّیَامُ جُنَّةٌ ، فَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ أَحَدِکُمْ فَلاَ یَرْفُثْ وَ لاَ یُصْخَبْ، فَاِنَّ سَابَّهٗ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ: اِنِّی امْرُاءٌ صَائِمٌ'' (۱۹)

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا ہر عمل مضاعف کیا جاتا ہے، نیکی دس گنے سے سات سو گنے تک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لیکن روزہ بے شک وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، (بندہ) اپنی خواہش و خوراک کو میرے لئے چھوڑتا ہے (یعنی میری رضا جوئی اور طاعت و فرمان کے لئے)۔ روزہ دار کے لئے دو فرحتیں ہیں، ایک فرحت تو افطار کے وقت (کہ وہ فرض سے عہد برا ہوا) اور ایک فرحت اپنے ربّ سے ملاقات کے وقت (جب وہ اسے خود جزاء مرحمت فرمائے گا) اور روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ کے نزدیک خوشبوئے مُشک سے زیادہ پیاری اور پاکیزہ ہے اور روزہ سپر (ڈھال) ہے (کہ دنیا میں معاصی اور عقبٰی میں دوزخ سے بچاتا ہے) جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن بے ہودہ بات نہ بکے، شور نہ کرے اور اگر کوئی اُسے گالی دے یا اس سے لڑے تو کہہ دے میں روزہ دار آدمی ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ کا ثواب کسی کے انداز و شمار میں نہیں آسکتا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خود اس کی جزاء مرحمت فرمائے گا اور ملائکہ اقدس کے سپرد نہ کرے گا۔

عن أبی ھریرۃ قال: قال رسولُ اللّٰه ﷺ: "اِذَا کَانَ أَوَّلُ لَیْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَ مَرَدَةُ الْجِنِّ، وَ غُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ، وَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ تُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَ یُنَادِیْ مُنَادٍ: یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ أَقْبِلْ، وَ یَا بَاغِیَ الشَّرِّ أَقْصِرْ، وَ

۱۹۔ متفق علیه۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم،الفصل الأول (برقم:۱۹۵۹/۴)

لِلّٰہِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَ ذٰلِکَ کُلَّ لَیْلَۃٍ" (ترمذی و ابن ماجه)(۲۰)

ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی شب ہوتی ہے، شیاطین اور سرکش جنات قید کردیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، پھر ان میں سے کوئی دورازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر ان میں سے کوئی دروازہ پھر بند نہیں کیا جاتا اور پکارنے والا پکارتا ہے، اے نیکی کے طلبگار! متوجہ ہو اور اے بدی کے طالب! کمی کر اور باز رہ، اور اللہ کے لئے آزاد کئے ہوئے ہیں آگ سے اور یہ ندا ہر شب ہوتی ہے۔

شیاطین کے گرفتار ہونے سے بدیوں کی کمی مراد ہے یعنی رمضان کی برکت سے ایماندار اللہ کی طاعت وعبادت میں مشغول رہتے ہیں، اور بدیاں اور گناہ کے کام چھوڑ دیتے ہیں، شیطانوں کے لئے یہ قید ہے کہ انہیں ان کے کام سے روکتی ہے۔

عن أبی هريرة قال: قال رسولُ اللّٰه ﷺ: "أَتَاکُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَکٌ، فَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ صِیَامَهٗ تُفْتَحُ فِیْهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَ تُغْلَقُ فِیْهِ أَبْوَابُ الْجَحِیْمِ وَ تُغَلُّ فِیْهِ مَرَدَةُ الشَّیَاطِیْنِ، لِلّٰهِ فِیْهِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَیْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ" (رواه احمد)(۲۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو ماہِ مبارک رمضان آیا، اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض فرمائے، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، سرکش شیطانوں کی گردنوں میں طوق ڈالے جاتے ہیں، اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کے خیر سے محروم رہا بے شک وہ محروم رہا۔

۲۰۔ مشکاة المصابيح، کتاب الصوم، الفصل الثانی (برقم:۱۹۶۰/ ۵)

۲۱۔مشکاة المصابيح، کتاب الصوم، الفصل الثالث (برقم:۱۹۶۲/ ۷)

روزہ کی فرضیت شعبان ۲ ہجری میں ہوئی۔ (لمعات)

عن عبداللّٰہ بن عمر، أن رسولَ اللّٰہ ﷺ قال: "الصِّيَامُ وَ الْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، يَقُوْلُ الصِّيَامُ: أَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَ الشَّهْوَاتِ بِالنَّهَارِ، فَشَفِّعْنِیْ فِيْهَ، وَ يَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ، فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ فَيُشْفَعَانِ" (۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں بندہ کی شفاعت کریں گے، روزہ عرض کرے گا: اے رب! میں نے اس کو کھانے اور رغبت کی چیزوں سے دن میں باز رکھا، میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما، قرآن کہے گا: میں نے اس کو شب میں آرام کرنے سے روکا، میری شفاعت اس کے حق میں قبول کر۔ دونوں کی شفاعتیں اس کے حق میں قبول کی جائیں گی۔

عن ابن عمر، أنّ النّبی ﷺ قال: "اِنَّ الْجَنَّةَ تُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ اِلٰی حَوْلٍ قَابِلٍ، قَالَ: فَاِذَا كَانَ أَوَّلُ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيْحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ عَلَی الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَيَقُلْنَ: يَا رَبِّ! اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ أَزْوَاجًا تُقَرُّبِهِمْ أَعْيُنُنَا وَ تُقَرُّ أَعْيُنُهُمْ بِنَا" (رواہ البیہقی)(۲۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ جنت رمضان مبارک کے لئے ابتدائے سال سے آئندہ سال تک یعنی پورے سال بھر آراستہ کی جاتی ہے جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے، جنت کے پتوں سے زیرِ عرش حوروں پر ہوا چلتی ہے، وہ کہتیں ہیں اے رب! ہمیں اپنے بندوں میں وہ عنایت فرما جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہم سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

۲۲۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الثالث (برقم:۱۹۶۳/ ۸)
۲۳۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الثالث (برقم:۱۹۶۷/ ۱۲)

اِن بے حد و بے پایاں برکات سے محروم رہنا انتہا درجہ کی بد نصیبی و محرومی ہے، افسوس اُن مسلمانوں پر جو رمضان مبارک میں روزہ نہیں رکھتے، اور رکمال بے غیرتی و بے حیائی کے ساتھ بازاروں میں پان کھا کر نکلتے ہیں، ان کی نگاہوں میں نہ رمضان کی حُرمت ہے، نہ دین پاک کی آبرو۔ وہ گناہ کے علاوہ اسلامی اجتماع کو سخت صدمہ پہنچاتے ہیں۔ فرائض وہ چیز ہیں جن میں تمام مسلمانوں کو یکساں ہونا چاہیئے۔ جب تک مسلمان پابندی کرتے تھے دوسری قومیں بھی رمضان کا احترام کرتی تھیں اور انہیں یارا نہ تھا کہ وہ اعلان کے ساتھ کھا پی سکیں، لیکن آج جب کہ مسلمان ہی اسلام کی عظمت نہیں کرتے دوسرے کیا کریں گے، ''از ماست کہ بر ماست'' اپنی خراب عادتیں خود ہماری پیدا کی ہوئی ہیں۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ روزہ رکھنے سے ایک کاغذ جسم کم ہو جائے گا کسی قدر دبلے ہو جائیں گے، کیا وہ اس گھمنڈ میں ہیں کہ بیماری نہ آئے گی؟ ایک دن کا بخار، یا گھنٹہ بھر کا درد، وزن آدھا نہ کر دے گا؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ انفلوائنزا، طاعون، ہیضے میں کیسی کیسی تن آور اور قوی ہستیاں چند ساعت میں لقمۂ اجل ہو جایا کرتی ہیں؟ اس فنا ہونے والے جسم اور ناپائیدار جسامت کی محبت میں اللہ کے فرض کو ترک کرنا کس درجہ کی غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عنایت فرمائے، بچوں کو دیکھا ہے کہ شدّتِ گرما میں شوق کے ساتھ تمام مہینہ کے روزے رکھتے ہیں۔

رمضان المبارک کے روزے:

رمضان مبارک کے روزے فرض ہیں اور اس کا منکر کافر ہے اور ان کے لئے تین قسم کی شرطیں ہیں: (۱) شرائطِ وجوب وہ تو اسلام و عقل و بلوغ ہیں تو کافر و مجنوں اور نابالغ پر فرض نہیں۔ (۲) شروطِ وجوبِ ادا اور وہ صحت و اقامت ہیں، تو مریض اور مسافر پر فی الحال ادا واجب نہیں۔ (۳) شروطِ صحتِ ادا وہ نیت اور حیض و نفاس سے پاک ہونا ہے کہ بغیر اِن دونوں شروط کے روزے کی ادا صحیح نہ ہوگی، نیت سے مراد قلب سے جاننا اور معین دن کے روزے رکھنے کا ارادہ کرنا ہے۔ زبان سے نیت کا تلفّظ کرنا سنّت ہے، رمضان کے ہر ایک دن کے لئے روزہ کی نیت ضروری ہے، رمضان میں سحری کھانا بھی روزہ کی نیت ہے، نیت کے لئے یہ کلمات کہنے چاہئیں:

نَوَیۡتُ اَنۡ اَصُوۡمَ غَدًا

یعنی میں نیت کرتا ہوں کہ کل روزہ رکھوں گا۔

نیت کا وقت ہر دن کے لئے غروبِ آفتاب کے بعد سے ہے دو پہر سے قبل تک لیکن جو شخص دن میں روزہ کی نیت کرے وہ یہ نیت کرے کہ دن کے اول جز یعنی صبح صادق سے روزہ دار ہے، بعد طلوعِ آفتاب نیت کرنے کی صورت میں نیت کے وقت سے روزہ دار رہنے کی نیت کی تو روزہ نہ ہوگا۔ ایسے ہی جو نیت کہ قبل غروبِ آفتاب ہو وہ بھی جائز نہیں، بہتر یہ ہے کہ شب میں نیت کی جائے۔ روزہ کا وقت صبح صادق سے ہے اس سے پہلے سحری کھانا مستحب ہے، سحری کا وقت شب کا پچھلا چھٹا حصہ ہے، افطار میں جلدی افضل ہے مگر نہ اتنی کہ غروب میں شک ہو۔ افطار کے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:

اَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ بِکَ اٰمَنْتُ وَ عَلَيْکَ تَوَکَّلْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ وَ صَوْمِ الْغَدِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ نَوَيْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ

سحری میں اس قدر تاخیر جس میں صبح صادق ہو جانے کا شبہ نہ ہو مستحب ہے، اگر کسی شخص نے اس گمان پر سحری کھائی کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی مگر حقیقتہً صبح صادق شروع ہو چکی تھی یا کسی شخص نے اس گمان پر کہ آفتاب غروب ہو چکا ہے، افطار کرلیا باوجودیکہ غروب نہ ہوا تھا، ان دونوں صورتوں میں اس پر روزہ کی قضاء لازم آئے گی، اگر غالب ظن پر یہ ہو کہ صبح صادق کے بعد سحری کھائی گئی روزہ کی قضا لازم ہے، اگر آفتاب کے غروب ہونے میں شک ہو تو روزہ افطار نہ کرے تا آنکہ یقین ہو جائے اور اگر باوجود اس کے افطار کرلیا تو روزہ کی قضاء لازم ہے، پھر اگر یہ بھی ثابت ہو جائے کہ وہ افطار واقع بھی قبل غروب ہوا تو کفارہ بھی لازم ہے، اسی طرح اگر اسے غالب گمان یہ ہے کہ غروب آفتاب نہیں ہوا باوجود اس کے افطار کرلیا تو اس قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں۔ اگر صبح صادق کا طلوع ہونا کسی ذریعے سے معلوم نہ ہو سکے تو سحری میں تحری یا اندازہ کرسکتا ہے، اگر اس کے اندازہ میں وہ وقت رات ہو تو سحری کھالے، جس شہر میں صحیح وقت پر سحری کے لئے طبل بجانے کا اہتمام ہو اور طبل بجانے والوں پر اعتماد ہو کہ ٹھیک وقت پر بجاتے ہیں تو سحری کے لئے اس طبل کا اعتبار کرنا جائز ہے، اسی طرح وقت بتانے والی جنتریوں کا حکم ہے جو جنتریاں واقف کار ماہروں نے بنائی ہوں اور ان کی صحت کا تجربہ ہو چکا ہو، سحر و افطار میں ان کا اعتبار جائز ہے، اگر ان کی غلطی ظاہر نہ ہو، مرغ کی آواز سحری کے لئے کچھ قابل اعتماد نہیں ہے۔

روزے کے مکروہات:

کسی شے کا چکھنا اور چبانا بلا عذر مکروہ ہے، اگر عورت کا شوہر بدمزاج ہو اس لئے وہ سالن چکھ لے، یا بچہ کے کھلانے کے لئے کوئی چیز نہ ہو اور گھر میں کوئی ایسا غیر روزہ دار شخص نہ ہو جو روٹی کو چبا کر اس کو کھلا دے، ایسی صورت میں عورت بچہ کے کھلانے کے لئے روٹی چبائے جائز ہے، شہد خریدنے کے لئے چکھنا مکروہ ہے، قدمچہ پر کشادہ بیٹھ کر استنجاء میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے، کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا اور زیادہ دیر تک پانی سے منہ بھرا رکھنا مکروہ ہے۔ یہ بھی مکروہ ہے کہ روزہ دار منہ میں بہت سا تھوک جمع کرتا رہے، پھر نگل جائے۔ مسواک جائز ہے کوئی مضائقہ نہیں، سرمہ لگانا، بالوں کو تیل لگانا مکروہ نہیں۔ امن کی صورت میں بوسہ جائز ہے لیکن ہونٹوں کا چوسنا مکروہ ہے، مباشرت فاحشہ یعنی ننگے ہو کر معانقہ کرنا مکروہ ہے جو شخص صبح کو جنبی اٹھا، یا دن میں **محتلم** (احتلام والا) ہو گیا، غسل کرے ہرج نہیں، مسافر کو روزہ مکروہ ہے، اگر روزہ سے اس کو غیر معمولی تکان ہو جائے یا مشقت بڑھ جائے ورنہ روزہ رکھنا افضل ہے۔

سحری وافطاری:

سحری کا کھانا مستحب ہے اور اس کا وقت آخر شب ہے، فقیہہ ابو اللیث نے فرمایا کہ وہ شب کا پچھلا سُدس یعنی چھٹا حصہ ہے، سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے مگر نہ اتنا کہ وقت ہی میں شک ہونے لگے

قال رسول الله ﷺ : "تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرْکَةً"

(متفق علیه) (۲۴)

حضور ﷺ نے فرمایا: سحری کھاؤ، اس لئے کہ سحری کھانے میں برکت ہوگی ہے۔

افطار میں جلدی افضل ہے۔

عن سهل قال: قال رسولُ اللّٰه ﷺ : "لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ" (متفق علیه) (۲۵)

بخاری و مسلم میں حضرت سہل سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا: لوگ بخیر

۲۴۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب فی مسائل متفرقة، الفصل الأول (برقم:۱۹۸۲/۱)

۲۵۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب فی مسائل متفرقة، الفصل الأول (برقم:۱۹۸۴/۳)

رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔

نماز سے پہلے افطار کرنا مستحب ہے، افطار کے وقت یہ دعا پڑھنا سنت ہے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ بِکَ اٰمَنْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ وَ صَوْمِ الْغَدِ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ نَوَیْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ

یا رب! میں نے تیرے لئے روزہ رکھا، تیرے ساتھ ایمان لایا، تجھ پر بھروسہ کیا، تیرے رزق پر افطار کیا، کل کے روزہ رمضان کی نیت کی، میرے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما۔

مُفْسِدات:

مُفْسِدات دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جن سے صرف قضاء واجب ہوتی ہے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ دوسرے وہ جن سے قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔ اگر روزہ دار نے بھول کر کھایا پیا یا جماع کیا، روزہ میں کوئی نقصان نہ آیا۔ ایک شخص نے روزہ دار کو کھاتے دیکھا، اگر اس میں روزہ تمام کرنے کی قوت ہو تو اس کو یاد نہ دلانا مکروہ ہے۔ اور اگر وہ ضعیف ہے، کبیرُ السِّن بوڑھا ہے تو جائز ہے کہ اس کو خبر کر دے۔ اگر کسی شخص نے بحالت اکراہ و خطا کھایا اس پر قضاء ہے کفارہ نہیں، اکراہ تو یہ ہے کہ وہ کھانے پر مجبور کیا گیا تھا اور خطا یہ کہ اس کا ارادہ روزہ توڑنے کا نہ تھا گو کہ اس کو روزہ یاد ہو، اور ناسی وہ شخص ہے جس کو روزہ یاد نہ ہو۔ کسی شخص نے کلی کی یا ناک میں پانی ڈالا وہ اس کے پیٹ میں اُتر گیا اگر اس کو روزہ یاد تھا تو فاسد ہو گیا اور اس پر قضاء آئے گی اور اگر یاد نہ تھا تو فاسد نہ ہوا، اگر کوئی ایسی چیز نگل لے جو نہ عادتاً غذا میں مستعمل نہ دوا میں، جیسے کہ پتھر یا مٹی، اس سے اس کا روزہ جاتا رہے گا لیکن کفارہ واجب نہیں۔ اگر کسی نے سر دھونے کی مٹی کھالی روزہ فاسد ہو گیا، اگر وہ مٹی کھانے کا عادی تھا تو اس کے پر قضاء کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہے۔ دانتوں کے درمیان جو چیز رہ جاتی ہے اس کو کھالیا، اگر کثیر ہے تو روزہ جاتا ہے ورنہ نہیں، چنے کی مقدار اور اس سے زیادہ کثیرہ ہے اور اس سے کم قلیل۔ تل دانتوں کے درمیان رہ گیا تھا، اس کو نگل لیا، روزہ فاسد نہیں ہوا اور اگر باہر سے اٹھا کر ایک تل نگل لیا چبا کر، روزہ فاسد ہو گیا اور بے چبائے نگلا تو کفارہ بھی واجب ہوا۔

غیر کا چبا ہوا لقمہ نگل لینے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

سحری کھا رہا تھا منہ میں لقمہ تھا کہ فجر نے طلوع کیا اس کے بعد اس کو نگل لیا یا کھانے کے لئے روٹی توڑی تھی اس کو روزہ یاد نہ تھا، جب چبایا تو یاد آیا کہ روزہ دار ہے، پھر اس کو نگل گیا تو اس پر کفارہ ہے، اور اگر اس کو منہ سے نکال لیا پھر منہ میں رکھ کر نگل گیا روزہ فاسد ہو گیا کفارہ لازم نہیں، اگر دوسرے کا تھوک نگل گیا روزہ فاسد ہو گیا کفارہ لازم نہیں، لیکن اگر وہ دوست کا تھوک تھا تو کفارہ بھی لازم ہے اور اگر اپنا ہی تھوک منہ سے نکال کر ہاتھ پر رکھا پھر اس کو نگل گیا تو روزہ فاسد ہو گیا کفارہ نہیں۔ اگر کلی کے بعد تری باقی رہی تھوک کے ساتھ اس کو نگل گیا تو روزہ فاسد نہ ہوا۔ دانتوں میں سے خون نکلا اور حلق میں داخل ہو گیا اگر تھوک غالب ہو تو مُضِر نہیں ورنہ روزہ فاسد ہو گیا، اگر مکھی منہ میں خود چلی گئی اور حلق میں داخل ہو گئی روزہ فاسد نہ ہوا۔ غبار اور دھواں جس سے بچنا ممکن نہیں ہے روزہ کو نہیں توڑتا۔ حقہ اور سگریٹ پینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ دوا آنکھ میں ٹپکائی روزہ فاسد نہ ہوا اگر چہ اس کا مزہ حلق میں پایا جائے۔ سرمہ کا اثر اور رنگ وتھوک میں دیکھا روزہ نہیں گیا۔ قے منہ بھر کر آئی روزہ فاسد نہیں ہوا۔ ناک میں کوئی دوا سڑکی یا کان میں تیل ٹپکایا روزہ فاسد ہو گیا کفارہ واجب نہیں۔ کان میں پانی ٹپکایا روزہ فاسد نہیں ہوا۔ احلیل یعنی مرد کے پیشاب کے سوراخ میں کوئی دوا ٹپکائی روزہ فاسد نہیں ہوا اور عورت کے ٹپکائی تو فاسد ہو گیا۔ عورت کا بوسہ لیا انزال ہو گیا روزہ فاسد ہو گیا کفارہ واجب نہیں۔

دوسری قسم وہ مُفسِدات ہیں جن سے قضاء و کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں، اگر کسی روزہ دار نے اَحَدُ السبیلین (اگلے یا پچھلے مقام) میں جماع کیا اس پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں، ان دونوں محلوں میں اِنزال شرط نہیں۔ اگر کسی شخص نے ایسی چیز کھائی جو غذاءً یا دواءً کھائی جاتی ہے اس پر کفارہ لازم ہے۔ اگر کسی شخص نے جَو نِگلا، اگر بُھنا ہوا تھا کفارہ لازم ہو گا ورنہ نہیں۔ اگر کسی شخص نے بھول کر کھایا، یا جماع کیا پھر یہ گمان ہوا کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا اس کے بعد قصداً کھا لیا اس پر کفارہ نہیں۔ کسی شخص کو قے آئی اس کو یہ گمان ہوا کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا اس کے بعد افطار کیا کفارہ لازم نہ ہو گا اور اگر یہ جانتا ہے کہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، پھر کھا لیا کفارہ لازم ہو گا۔ ایسے ہی کسی شخص کو احتلام ہوا، اس نے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا، اس کے بعد قصداً کھا لیا کفارہ نہیں، اگر

جانتا ہو کہ احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو اس پر کفارہ ہے۔

اعذارِ مُبیحہ:

وہ عُذر جن سے روزہ کا افطار کرنا مباح ہو جاتا ہے، ان میں ایک مرض ہے، جب آدمی بیمار ہو جائے اور اس کو جان کے تلف ہونے کا، یا کسی عضو کے جاتے رہنے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے بالاجماع افطار جائز ہے اور اگر مرض کے بڑھنے، یا دیرپا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو بھی افطار جائز ہے اور اس پر قضاء لازم ہو گی۔ حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی جب انہیں اپنے یا بچہ کا اندیشہ ہو افطار کریں۔ اسی طرح اگر کوئی عورت حائضہ یا نفساء ہو تو وہ بھی افطار کرے۔ (۲۶) پیاس اور بھوک میں جب اس قدر غلبہ کرے کہ اس سے ہلاکت کا اندیشہ ہو تو افطار جائز ہے، شیخ فانی وہ بوڑھا مرد یا عورت جس کی قوت روز بروز کمی پر ہو اور آئندہ امید بھی نہیں کہ اس میں طاقت آئے گی جب روزہ نہ رکھ سکے تو اس کے افطار جائز ہے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھلائے، اس کے بعد اگر اسے روزہ پر قوت حاصل ہو گئی تو روزہ واجب ہو جائے گا۔ پیشہ ور اور مزدور جس کو اہل وعیال کے خرچ کے لئے محنت و مزدوری ناگزیر ہے معذور نہیں، اس پر روزہ رکھنا لازم ہے۔ ہمارے ملک کے بہشتی اور دھوبی (وغیرہما) محنت کا عذر کر کے روزے کھا جاتے ہیں (یعنی روزہ نہیں رکھتے)، ان کا عذر کوئی چیز نہیں۔

روزہ کے متفرق مسائل:

بچہ جب روزہ کی طاقت رکھے تو اس کو روزہ کا امر کیا جائے، بشرطیکہ روزہ اس کی صحت کو مُضِر نہ ہو۔ ابو حفص سے دریافت کیا گیا کہ دس برس کے بچے کو روزے رکھنے کے لئے مارا جائے؟ فرمایا: اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ روزہ بمنزلہ نماز کے ہے، یعنی دس سال کی عمر والے بچے کو مار کے روزہ رکھوایا جائے۔

ایک شخص نے سحری کھائی، خیال یہ تھا کہ ابھی وقت باقی ہے، بعد کو معلوم ہوا وقت نہ تھا، فجر طلوع کر چکی تھی، اس پر تمام دن کھانے پینے سے باز رہنا، روزہ داروں کے ساتھ مشابہت کرنا واجب ہے اور روزہ کی قضاء واجب ہے، یہ حکم اس شخص کا ہے جس نے یہ گمان کر کے روزہ افطار کر لیا

۲۶۔ حائضہ یا نفاس والی عورت اگر روزہ رکھے گی تو بھی اس کا روزہ نہ ہو گا کیونکہ روزہ رکھنے والی کا حیض (ماہواری کے خون) اور نفاس (ولادت کے خون) سے پاک ہونا صحتِ ادا کی شرط ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

کہ آفتاب غروب ہوگیا، پھر معلوم ہوا کہ غروب نہیں ہوا۔

روزہ کا کفارہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے، اگر اس پر قدرت نہ ہوتو دو مہینے روزے متواتر رکھے، اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، ہر مسکین کو ایک صاع جَو یا نصف صاع گیہوں۔ نصف صاع گیہوں آج کل کے وزن سے دو سیر تین چھٹانک اور اٹھنی بھر ہوتے ہیں، یعنی ۵.۵ ۱۷ تولہ بھر (دو کلو تقریباً ۷۴ گرام)، یہی اَحْوَط ہے۔ قضاء رمضان کے روزے مستحب ہے کہ پیاپے رکھے جائیں۔

شبِ قدر

سال بھر کی شبوں میں شبِ قدر افضل ہے اور اس کی طلب مستحب، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ شبِ قدر رمضان میں ہوتی ہے اور نہیں معلوم کہ وہ کون سی شب ہے، کبھی اول ہو جاتی ہے اور کبھی بعد ہوتی ہے۔ صاحبین کے نزدیک تقدم تاخّر نہیں، شب تو متعین ہے لیکن ہمیں اس کا علم نہیں۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ کسی سال میں کوئی شب ہوتی ہے اور کسی سال میں کوئی اور شب۔ امام مالک وثوری واحمد واسحاق وابوثور کا یہی قول ہے۔ دوسرے علماء نے فرمایا کہ وہ رمضان کے عشرہ اَوَاخِر میں منتقل ہوتی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ وہ متعین شب ہے کبھی منتقل نہیں ہوتی۔ حضرت ابن عمر اور صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے کہ وہ رمضان کی کوئی شب ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ عشرہ آخر کی طاق راتوں میں سے کوئی رات ہے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے، اس پر اکثر علماء میں اختلاف ہے۔

وجہِ تسمیہ:

اس شب کو شبِ قدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اَرْزَاق وآجال اور حوادث واقعات تمام سالوں کے مکتوب ہیں، قال اللہ تعالیٰ:

﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ (۲۷)

اس میں ہر حکمت والا کام فیصل کیا جاتا ہے۔

''قدر'' کے معنی اندازہ کے ہیں اور اس معنی سے ''دال'' کو ساکن پڑھنا جائز ہے اور مشہور ''دال'' کی حرکت ہے۔

۲۷۔ الدخان: ۴۴/۴

بعضوں نے کہا کہ عظمتِ قدر اور شرافت کی وجہ سے اس شب کا نام ''شبِ قدر'' ہے اور اس تقدیر پر اضافت ''حاتم الجود'' کے قبیل سے ہے، بعضوں نے کہا کہ اس شب میں عبادت کرنے والا صاحب قدر ہو جاتا ہے اور اس شب کی طاعتوں کی قدر زائد ہے اس لئے اس کو ''شبِ قدر'' کہتے ہیں۔

اِخفاء کی حکمت:

علماء نے فرمایا کہ اس شب کے اِخفاء میں یہ حکمت ہے کہ لوگ اس کی طلب میں کوششیں کریں اور ہر شب اس خیال سے عبادت میں گزاریں کہ شاید یہی رات شبِ قدر ہو، اس طرح ان کے حسنات اور نیکیاں زیادہ ہو جائیں اور ان کو عمل نیک پر رغبت ہو، اس لئے بعض علماء نے فرمایا کہ جو شخص سال بھر ہر شب قیام کرے گا ان شاء اللہ اس کو پا ہی لے گا۔ بعض علماء نے کیا پر لطف نکتہ فرمایا:

من لم یعرف قدرَ لیلۃٍ لم یعرف لیلۃَ القدر

جس شخص نے رات کی قدر نہ جانی، شب قدر کو کیا پہچانے گا۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت، قال رسول اللہ ﷺ: "تَحَرَّوْا لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ" (بخاری) (۲۸)

حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا: شب قدر کو رمضان کے پچھلے عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا قالت: قلت: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ أَرَأَیْتَ اِنْ عَلِمْتُ أَیُّ لَیْلَۃٍ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ، مَا أَقُوْلُ فِیْھَا؟ قَالَ: قُوْلِیْ: "أَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ" (ترمذی و ابن ماجہ)(۲۹)

حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا کہ اگر میں جان لوں کہ قدر کون سی رات ہے تو میں اس میں کیا کہوں؟ فرمایا: یہ کہو یا رب! تو کثیر العفو ہے عفو کو پسند فرماتا ہے، میری خطائیں معاف فرما۔

عن أنس قال: قال رسولُ اللہ ﷺ: "اِذَا کَانَ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ نَزَلَ

۲۸۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب لیلۃ القدر، الفصل الاول (برقم:۲۰۸۳/۱)

۲۹۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب لیلۃ القدر، الفصل الثانی (برقم:۲۰۹۱/۹)

جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ قَاعِدٍ يَذْكُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَإِذَا كَانَ يَوْمَ عِيْدِهِمْ يَعْنِيْ يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَا هٰى بِهِمْ مَلَائِكَتَهٗ، فَقَالَ يَا مَلَا ئِكَتِيْ! مَا جَزَاءُ أَجِيْرٍ وَ فِيٍّ عَمَلَهٗ؟ قَالُوْا: رَبَّنَا جَزَاؤُهٗ أَنْ يُوَفِّيَ أَجْرَهٗ، قَالَ: مَلَائِكَتِيْ عَبِيْدِيْ وَ اِمَائِيْ قَضَوْا فَرِيْضَتِيْ عَلَيْهِمْ، ثُمَّ خَرَجُوْا يَعُجُّوْنَ اِلَى الدُّعَاءِ، وَ عِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ وَ كَرَمِيْ وَ عُلُوِّيْ وَ ارْتِفَاعِ مَكَانِيْ لَأُجِيْبَنَّهُمْ، فَيَقُوْلُ: ارْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَ بَدَّلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ، قَالَ: فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَهُمْ" (بیہقی)(۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سراپا نور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب شب قدر ہوتی ہے جبریل امین ملائکہ کی جماعت میں اترتی ہے اور ہر قیام وقعود کرنے والے بندے پھر جو خدا کی ذکر میں مشغول ہیں رحمت کی دعائیں کرتے ہیں، جب عید فطر کا دن ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ پر اپنے بندوں کے ساتھ مباحات و مفاخرت فرماتا ہے۔ اے میری ملائکہ اس مزدود کی کیا جزاء ہے جس نے اپنا کام پورا کیا، عرض کرتے ہیں یارب اس کی جزاء یہ ہے کہ اس کو پورا پورا اجر دیا جائے، فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور بندیوں نے میرا فرض ادا کیا، پھر دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے فریاد کرتے نکلے، مجھے اپنے عزت وجلال، اپنے کرم، اپنی برتری، اپنی بلند راستگی کی قسم! بے شک میں ان کی دعائیں قبول فرماؤں گا، پس فرماتا ہے: لوٹو میں نے تمہیں بخش دیا، میں نے تمہاری بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔ حضور نے فرمایا کہ وہ مغفور واپس ہوتے ہیں۔

بدیوں کو نیکیوں سے بدلنے سے یہ مراد ہے کہ صحائفِ اعمال میں بفضل اللہ المتعال ہر بدی کی جگہ نیکی لکھی جاتی ہے کہ یہ کرم روزہ داروں کے ساتھ عام ہوا اور یہ بھی احتمال ہے کہ عاصیوں کے

۳۰۔ الجامع لشعب الایمان ،(۲۹۱/۵)،الثالث و العشرون من شعب الایمان وھو ماب فی الصیام فی لیلۃ العیدین و یومھما (برقم:۳۴۴۴)

لئے غفران ہو اور تائب فرمانبرداوں کے لئے تبدیل جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّئَاتِهِمۡ حَسَنَاتٍ﴾ (۳۱)

مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک عمل کئے پس یہ لوگ ہیں کہ اللہ اس کی بدیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔

اعتکاف

لغت میں ''اعتکاف'' کے معنی حبس ومکث کے یعنی رُکنے اور باز رہنے کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں ''اعتکاف'' مسجد میں مع نیت کے ٹھہرنے اور اس کو علیٰ وجہِ مخصوص لازم کر لینے کا نام ہے۔ رمضان کا عشرہ اخیر کا اعتکاف سنّت مؤکدہ اور اس کے ماسوا مستحب، البتہ اگر نذر کر لے تو واجب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے عشرۂ آخر کے اعتکاف پر مواظبت فرمائی۔

عن عائشة رضی الله عنها: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَعۡتَکِفُ الۡعَشۡرَ الۡاَوَاخِرَ مِنۡ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ اعۡتَکَفَ اَزۡوَاجُهٗ مِنۡ بَعۡدِهٖ (بخاری و مسلم) (۳۲)

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ رمضان کے عشرۂ آخر میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا۔

اعتکاف کے لئے چند شرطیں ہیں، ان میں سے ایک نیت ہے، چنانچہ بلا نیت اعتکاف کرنا بالاجماع ناجائز ہے (۳۳)۔ ایک شرط مسجدِ جماعت ہے، اس لئے اعتکاف ہر اس مسجد میں صحیح ہے جس میں اذان وتکبیر ہوتی ہو، مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں اعتکاف افضل ہے، پھر مسجد النبی (ﷺ)

۳۱۔ الفرقان: ۲۵/۷۰

۳۲۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، الفصل الاول (برقم: ۱/۲۰۹۷)

۳۳۔ الفتاوی الھندیه (۱/۲۱۱، کتاب الصوم، الباب السابع) میں ہے: و اما شروطه: فمنها: النیة، و لو اعتکف بلا نیة لا یجوز بالاجماع، یعنی مگر اعتکاف کی شرطیں تو ان میں ایک شرط نیت ہے اور اگر بلا نیت اعتکاف کیا تو بالاجماع جائز نہیں۔ جائز نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اعتکاف نہ ہوا۔

میں۔ پھر بیت المقدس میں، پھر جامع مسجد میں، پھر جس مسجد میں نمازی زیادہ ہوں، عورت گھر کی مسجد میں اور اگر میں مسجد نہ ہو تو گھر میں کسی جگہ کو مسجد قرار دے کر اعتکاف کرے، یہ جگہ اس کے لئے مسجدِ جماعت کا حکم رکھتی ہے، حتی کہ سوائے حاجت انسانی کے اس جگہ سے نہ نکلے، عورت کے لئے مسجدِ جماعت میں اعتکاف مکروہ ہے، اعتکاف کی شرائط میں سے روزہ بھی ایک شرط ہے مگر اعتکافِ واجب کے لئے۔ ''ظاہر الروایت'' میں ہے کہ اعتکاف نفل کے لئے روزہ شرط نہیں (۳۴) اور اس کی ادنیٰ مقدار کے لئے کوئی اندازہ نہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نکلنے تک کے لئے اعتکاف کی نیت کر لی تو صحیح ہے۔ اعتکاف کے لئے اسلام و عقل اور جنابت و حیض و نفاس سے پاک ہونا بھی شرط ہے، اس لئے کہ کافر تو عبادت کا اہل نہیں اور مجنون نیت کا اہل نہیں، جنبی اور حیض و نفاس والی، ان لوگوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہیں، اعتکاف کی صحت کے لئے بلوغ شرط نہیں، ہوشیار بچہ کا اعتکاف صحیح ہے۔ (۳۵)

اعتکاف کے آداب و محاسن:

مستحب ہے کہ معتکف نیک باتوں کے سوا کلام نہ کرے اور رمضان میں دس روزہ اعتکاف کرے اور افضل مساجد میں معتکف ہو، قرآن کی تلاوت اور حدیث و فقہ کا پڑھانا اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاک حالات پڑھنا، دیکھنا، سننا، سنانا، صالحین کے احوال کا ذکر کرنا لازم رکھے۔ (۳۶)

اگر ایسی باتیں کیں جن میں گناہ نہیں تو بھی جائز ہے، معتکف اپنی جان کو بالکل عبادتِ الٰہی میں صرف کرتا ہے اور اپنے نفس کو دنیا میں مشغول ہونے سے بچاتا ہے اور اپنے تمام اوقات حقیقۃً یا حکماً نماز میں صرف کرتا ہے کیونکہ اعتکاف کا مقصد اصلی نماز کی جماعتوں کا انتظار کرنا ہے، نماز کے انتظار کرنے والے کو اللہ تبارک وتعالیٰ نماز ہی کا ثواب دیتا ہے۔ (۳۷)

مُفسِدات اعتکاف:

اعتکاف کرنے والا اعتکاف کی جگہ سے رات یا دن میں کسی وقت بھی بغیر عذر کے نہ نکلے، اگر ایک

۳۴۔ یہ ائمہ ثلاثہ کا قول ہے کما فی الھندیۃ (۱/۲۱۱)

۳۵۔ الفتاوی الھندیۃ، ۱/۲۲۱ ۳۶۔ الفتاوی الھندیۃ، ۱/۲۱۲ ۳۷۔ الفتاوی الھندیۃ، ۱/۲۱۲

گھڑی بلا عذر باہر نکلا اعتکاف فاسد ہو گیا، خواہ یہ نکلنا قصداً ہو یا بھول کر۔ عورت اپنے اعتکاف کی جگہ سے نکل کر مکان میں نہ آئے اگرچہ اعتکاف کی جگہ گھر کا کوئی گوشہ ہو، وہیں رہنا چاہیئے، (۳۸) ادائے جمعہ کے لئے جامع مسجد جانا جائز ہے لیکن ضرورت سے زیادہ وقت نہ خرچ کرے، کھانے پینے سونے کے لئے نکلنا جائز نہیں کیونکہ معتکف کے لئے مسجد میں ان باتوں کی اجازت ہے، مریض کی عیادت اور جنازہ کی شرکت کے لئے نہ نکلے، اگر نکلا اعتکاف فاسد ہو گیا، یہ تمام احکام اعتکافِ واجب میں ہیں اور اعتکاف نفل میں عذر و بے عذر نکلنا جائز ہے۔ معتکف پر جماع اور اس کے دواعی مباشرت، لمس، معانقہ وغیرہ حرام ہیں، احتلام سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، غسل کے لئے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے۔

ممنوعات:

خاموشی جس کو معتکف عبادت سمجھے مکروہ ہے اور اگر عبادت نہ سمجھے تو مکروہ نہیں لیکن معاصی سے زبان کو بچانے کے لئے خاموش رہنا اعظم عبادات ہے۔

معتکف کے لئے بیع اور شراء کھانے کی اور ضروری کی جائز ہے لیکن تجارت کے کاروبار کا جاری رکھنا اور مقامِ اعتکاف کو تجارت گاہ بنالینا مکروہ ہے۔ معتکف کو خوشبو اور سر میں تیل لگانا جائز ہے۔

اعتکاف واجب کے فاسد ہونے سے اس کی قضاء واجب ہو جاتی ہے۔

تراویح

تراویح کو ''قیام رمضان'' بھی کہتے ہیں، تراویح کی بیس (۲۰) رکعتیں جماعت کے ساتھ سنّت مؤکدہ ہیں، اس پر اجماع ہے۔ یہی جمہور اہل علم کا مذہب ہے، ہمارے اصحاب اور امام شافعی اور امام احمد سب حضرات کا بیس (۲۰) رکعتوں پر اتفاق ہے، لیکن امام مالک رحمہ اللہ سے چھتیس (۳۶) رکعتیں منقول ہے کیونکہ اہلِ مدینہ اتنے ہی پڑھتے تھے، جمہور کی دلیل وہ روایت ہے جو ''مؤطا'' میں یزید بن رومان سے مروی ہے۔

قال: كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِثَلٰثٍ وَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (۳۹)

۳۸۔ الفتاوى الهندية، ۲۱۲/۱

۳۹۔ المؤطا للامام مالک، کتاب الصلاة فی رمضان، باب ما جاء فی قیام رمضان، أثر (برقم: ۱۳۶)

کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ تئیس (۲۳) رکعتوں کے ساتھ قیام کرتے تھے۔ (۲۰ تراویح، ۳ وتر)

بیہقی نے بسند صحیح سائب بن یزید سے روایت کی:

كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً (۴۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ماہِ رمضان میں لوگ بیس (۲۰) رکعت (تراویح) کے ساتھ قیام کرتے تھے۔

أخرج البيهقي عن شبرمة: وَ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ، أَنَّهٗ كَانَ يَؤُمُّهُمْ فِيْ رَمَضَانَ فَيُصَلِّي خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ (۴۱)

بیہقی نے شبرمہ سے روایت کی اور وہ علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے کہ وہ رمضان میں امامت کرتے تھے پس پانچ ترویحہ (بیس رکعت) پڑھاتے تھے۔

أخرج أيضاً أَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَ عَلٰى عَهْدِ عُثْمَانَ وَ عَلِيٍّ مِثْلَهٗ (۴۲)

نیز بیہقی نے تخریج کی کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت کے ساتھ قیام کرتے تھے اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی ایسے ہی۔

ابوعبدالرحمٰن سلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

۴۰۔ سنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الصلاۃ، جماع أبواب صلاۃ التطوع و قیام شھر رمضان، باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شھر رمضان، برقم: ۴۶۱۷

۴۱۔ سنن الکبری للبیھقی کے اسی باب میں حدیث یوں ہے: رَوَيْنَا عَن شُتیر بن شکل و کان من أصحاب علی أنه کان یؤمّھم فی شھر رمضان بعشرین رکعة و یوتر بثلاث (برقم: ۴۶۱۹)

۴۲۔ امام بیہقی نے اپنی ''سنن'' کے عددِ رکعاتِ تراویح کے باب میں سائب بن یزید سے مروی حدیث روایت کی جس میں حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات پڑھنے کا ذکر اسی باب کی دیگر احادیث میں ہے۔

اَمَرَ رَجُلاً بِأَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَكَانَ يُوْتِرُ بِهِمْ (۴۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت (تراویح) امام بن کر پڑھا دے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود وتر پڑھاتے تھے۔

روى ابن أبى شيبة و عبد بن حميد و البغوى و البيهقى و الطبرانى عن ابن عباس أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَ الْوِتْرَ (۴۴)

ابن ابوشیبہ، عبد بن حمید، بغوی، بیہقی اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی اکرم ﷺ رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔

روایاتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ زمانہ اقدس سے آج تک تراویح بیس (۲۰) رکعت پڑھی جاتی ہے، خلفاء اور صحابہ اور ائمہ سب کا اس پر اجماع ہے، مشارق و مغارب میں اس پر عمل ہے۔

عالمِ مدینہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے عمل اہلِ مدینہ سے تمسّک کیا کہ وہ چھتیس رکعت پڑھتے تھے، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اہلِ مکہ ہر دو ترویحہ کے درمیان سات مرتبہ (یعنی سات چکر) طواف کرتے تھے اور دو رکعت طواف کی پڑھتے تھے، اہلِ مدینہ نے ان کی مساوات چاہی اور بجائے ہر طواف کے چار رکعتیں مقرر کیں اس طرح سولہ رکعتیں بڑھائیں یوں سب مل کر چھتیس ہو گئیں۔

بہر حال بیس تراویح حضور کی اور خلفاء راشدین کی سنّت ہے اور اس پر سلفاً و خلفاً تمام امت کا اجماع ہے، سارے عالم کے اہلِ اسلام اس پر عامل ہیں، نفسِ تراویح سنّت بالعین ہے اور جماعت کے ساتھ سنّت علی سبیل الکفایہ ہے یعنی اگر تمام اہلِ محلّہ جماعت ترک کر دیں تو وہ سب کے سب تارکِ سنّت اور گناہگار ہیں اور اگر کوئی ایک شخص جماعت چھوڑ کر اپنے گھر پڑھے تو وہ تارکِ فضیلت ہے، اگر لوگوں نے گھر میں جماعت کی تو (فضیلت) حاصل ہو گئی، لیکن مسجد میں جماعت کو

۴۳۔ یہ حدیث ''سنن الکبریٰ'' سے مذکور باب میں اس طرح ہے: فأمر منهم رجلاً يصلّى بالناس عشرين ركعة، قال: و كان علىّ رضى الله عنه يوتر بهم (برقم: ۴۶۲۰)۔

۴۴۔ سنن الكبرى للبيهقى کے مذکور باب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے: قال كان النبى ﷺ يصلّى فى شهر رمضان غير جماعة بعشرين ركعة و الوتر (برقم: ۴۶۱۵)

ایک اور فضیلت ہے، اس سے محروم رہے۔ جماعت کے ساتھ صرف پانچ ترویحہ یعنی بیس رکعت پڑھی جائیں، جماعت کے ساتھ اس سے زیادہ رکعتیں پڑھنا ہمارے نزدیک مکروہ ہے۔

بہتر یہ ہے کہ تراویح یا سنّتِ وقت یا قیام لیل یا قیام رمضان کی نیت کی جائے یا مطلق نماز کی نیت سے ادائے سنّت کے جواز میں اختلاف ہے۔

تراویح کا وقت:

عشاء (کے فرض ادا کرنے) کے بعد طلوع فجر تک ہے، تراویح قبل عشاء جائز نہیں، اگر کسی شخص کا ایک ترویحہ (یعنی چار رکعت) یا دو ترویحے رہ گئے تو اَولیٰ یہ ہے کہ پہلے تراویح پڑھے، اس کے بعد وتر۔ تراویح دو رکعت کی نیت سے پڑھنا بہتر ہے، ہر دو ترویحہ کے درمیان بقدر ایک ترویحہ بیٹھنا مستحب ہے، ایسے ہی پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان بھی، لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان بیٹھنا قوم پر گراں ہے تو نہ بیٹھے، ترویحوں کے درمیان بیٹھنے کی حالت میں اختیار ہے چاہیں تسبیح پڑھیں یا خاموش بیٹھیں، اہلِ مکہ طواف کرتے ہیں اور دو رکعتیں پڑھتے ہیں، اہلِ مدینہ چار رکعتیں فرادیٰ یعنی بے جماعت پڑھتے ہیں، تہائی رات سے نصف شب تک تراویح کی تاخیر مستحب ہے اور بعد نصف کے مکروہ نہیں۔ تراویح مردوں اور عورتوں سب کے لئے سنّت ہے، ایک مقتدی نے دو مسجدوں میں تراویح پڑھی مضائقہ نہیں۔ افضل یہ ہے کہ تراویح ایک امام کے ساتھ پڑھیں اگر دو اماموں کے ساتھ تراویح پڑھی گئی تو مستحب یہ ہے کہ ہر ایک پورا ترویحہ کر کے بیٹھے، اور اگر ترویحہ کے درمیان مثلاً دس رکعت پر ہٹ آیا، تو خلافِ مستحب ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ فرض و وتر ایک امام پڑھائے اور تراویح دوسرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرض و وتر کی امامت فرماتے تھے اور حضرت اُبَیّ تراویح کی۔

تراویح کی قضاء نہیں، ایک شخص نے عشاء تنہا پڑھی، اس کو تراویح امام کے ساتھ پڑھنا جائز ہے، ایک شخص کی سنّتِ عشاء رہ گئی، امام کے ساتھ تراویح میں شریک ہو گیا اور سنّتِ عشاء کی نیت کی، جائز ہے۔ تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے، عوام کی کاہلی اور سستی کی وجہ سے نہ چھوڑا جائے اور دو مرتبہ ختم فضیلت ہے اور تین مرتبہ افضل ہے۔

تراویح کی دونوں رکعتوں میں قرأت برابر کرنا افضل ہے، قرآن پاک کے ختم ہونے کے بعد مہینے کے باقی ایام میں تراویح نہ چھوڑی جائے، کیونکہ وہ سنّت ہے اور ترک مکروہ، جو شفعہ (دوگانہ)

فاسد ہو گیا اس میں جس قدر قرآن پڑھا گیا تھا شمار نہ کیا جائے۔ نماز کے اعادہ کے ساتھ اس قدر قرآن کا بھی اعادہ کیا جائے۔ ختم قرآن کے بعد جہاں خالی تراویح پڑھی جاتی ہیں یا دیہات میں جہاں حافظ میسر نہیں، تراویح میں سورۂ فیل سے آخر قرآن تک پڑھیں۔

یہ مکروہ ہے کہ مقتدی بیٹھے رہیں اور جب امام رکوع کے قریب ہو تو کھڑے ہو جائیں، حافظ کو غلط پڑھنے یا رُکنے کی حالت میں لقمہ دینا جائز ہے، ہمارے ملک میں بے علم حافظوں کا دستور ہے کہ وہ حافظ کو بھلانے کے لئے کھانستے، کھنکھارتے یا اور ایسی ہی حرکت کرتے ہیں اور بعضے تو اس قدر جری اور بے باک ہیں کہ اس کا وقار کم کرنے کے لئے یا اس کے حافظہ کے امتحان کی غرض سے غلط بتا دیتے ہیں، یہ سخت شنیع اور نہایت قبیح حرکتیں ہیں اور قرآن کو غلط پڑھنا یا صحیح پڑھنے والے کو قصداً غلطی میں مبتلا کرنے کی کوشش کرنا عظیم گناہ ہے، اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔

نابالغ لڑکوں کی امامت:

صحیح یہ ہے کہ تراویح بلکہ کسی نفل میں بھی نابالغ کی امامت جائز نہیں، ہمارے ملک میں یہ دستور ہے کہ نابالغ کو تراویح میں امام بنا لیتے ہیں اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

وتر:

وتر واجب ہیں، تین (۳) رکعتیں ایک سلام کے ساتھ، یہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے، امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی:

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُوْتِرَ بِثَلٰثَ رَکْعَاتٍ

حضور ﷺ تین (۳) رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

قَالَتْ: کَانَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یُوْتِرُ بِثَلٰثٍ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِی اٰخِرِھِنَّ (رواہ الحاکم، وقال صحیح علی شرط البخاری و مسلم)(۴۵)

فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ تین رکعت کے ساتھ وتر پڑھتے تھے، نہ سلام پھیرتے

۴۵۔ مستدرک للحاکم (۴۱۴/۱) من کتاب الوتر، (برقم: ۱۱۶۸)

تھے مگران کے آخر میں۔

امام طحاوی نے مسور ابن مخرمہ سے روایت کیا:

قال: دَفَنَّا اَبَا بَكْرٍ لَيْلاً، قَالَ عُمَرُ: اِنِّي لَمْ اُوْتِرْ، فَقَامَ وَ صَفَفْنَا وَرَاءَهُ، فَصَلّٰى بِنَا ثَلٰثَ رَكْعَاتٍ، لَمْ يُسَلِّمْ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ (۴۶)

مسور ابن مخرمہ نے کہا کہ ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شب میں دفن کیا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے وتر نہیں پڑھے ہیں، پس کھڑے ہو گئے اور ہم نے ان کے پیچھے صف باندھی، انہوں نے ہم کو تین رکعتیں پڑھائیں، نہ سلام پھیرا مگران کے آخر میں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اَلْوِتْرُ ثَلٰثٌ كَثَلٰثِ الْمَغْرِبِ (۴۷)

مغرب کی تین رکعتوں کی طرح وتر بھی تین ہیں۔

اس کے علاوہ بکثرت احادیث موجود ہیں جن کا اس مختصر میں نقل کرنا دشوار ہے، وتر کی تمام رکعات میں فاتحہ اور سورہ پڑھی جائے اور تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھیں، امام اعظم رحمہ اللہ نے ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ سے، انہوں نے عبداللہ سے یہ حدیث روایت کی:

قَالَ: بِتُّ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَنَتَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ (۴۸)

کہا میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں شب گزاری، حضور نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی۔

۴۶۔ شرح معانی الآثار للطحاوی (۲۹۳/۱) کتاب مناقب الصلاۃ، باب الوتر (برقم:۱۷۴۲)

۴۷۔ شرح معانی الآثار (۲۹۴/۱)، کتاب الصلاۃ، باب الوتر (برقم:۱۷۴۴) بلفظ: الوتر ثلاث کوتر النهار، صلاۃ المغرب

۴۸۔ جامع المسانید (۳۱۸/۱) میں امام اعظم کی روایت اس طرح ہے: قال، بعثت امّی فباتت عند زوجات االنبی ﷺ لتنظر متی یقنت، فأخبرت: انه یقنت فی وتره قبل الرکوع اور اسی میں (۳۱۷/۱) روایت ہے: عن أم عبدالله، قالت: رأیت رسول الله ﷺ قنت فی الوتر قبل الرکوع کہ ام عبداللہ سے مروی ہے فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وتر میں رکوع سے قبل قنوت پڑھی۔

صدقۂ فطر

صدقۂ فطر ہر آزاد مسلمان پر واجب ہے جو مقدارِ نصاب کا مالک ہو بشرطیکہ یہ مقدارِ حاجت اصلیہ سے فاضل ہو، صدقۂ فطر نصف صاع (آج کل کی تول سے دو سیر تین چھٹا نک اٹھنی بھر)(۴۹) یعنی ایک سو پچھتر (۱۷۵) روپیہ اور اٹھنی پھر گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا ایک صاع (چار سیر چھ چھٹا نک دو اٹھنی بھر)(۵۰) یعنی تین سو پچاس اور دو اٹھنی بھر جَو یا کھجور ہے، آٹا، دلیا گیہوں سے بہتر ہے اور قیمت دینا سب سے افضل۔

صدقۂ فطر عید کی طلوع کے بعد واجب ہوتا ہے جو اس سے پہلے مر گیا اس پر صدقہ واجب نہیں، اور جو اس سے پہلے پیدا ہوا اس کا صدقہ واجب ہے۔

روزِ عید سے پہلے بھی صدقۂ فطر دینا جائز ہے، وہ بوڑھا یا مریض جس سے روزہ ساقط ہو گیا، صدقہ فطر اس پر بھی واجب ہے۔

مستحب یہ ہے کہ فطرہ عید گاہ جانے سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے، فطرہ اپنا اور اپنے چھوٹے بچے کا (جو مقدارِ نصاب کا مالک نہ ہو) واجب ہے، معتوہ اور مجنون بھی صغیر کے حکم میں ہے۔

زوجہ اور بڑی اولاد کا صدقہ انہیں کے ذمہ ہے، شوہر یا باپ پر نہیں، اگر انہوں نے ادا کر دیا جائز ہے، ایک شخص کا فطرہ جماعت کو اور جماعت کا ایک شخص کو دینا جائز ہے، فطرہ کے مَصرَف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصرف ہیں، مسکین فقیر وغیرہ۔

عید کے مسائل

عید کی سنّتیں:

غسل کرنا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا، عمدہ لباس پہننا، عید گاہ کو پیادہ پا جانا، ایک راہ سے جانا، اور دوسری راہ سے واپس ہونا، عید الفطر میں عید گاہ جانے سے قبل کوئی شیریں چیز کھجور وغیرہ کھانا،

۴۹۔ اور نئے پیمانے سے نصف صاع گیہوں کا وزن دو کلو تقریباً ۴۷ گرام ہوتا ہے، اسی طرح فتاویٰ فیض الرسول (۱/ ۵۰۸) اور فتاوی فقیہ ملت (۱/ ۳۲۸) میں ہے۔

۵۰۔ اور ایک صاع کا وزن جدید پیمانے سے چار کلو تقریباً ۹۴ گرام ہوگا، جیسا کہ سابقہ حاشیہ سے ظاہر ہے۔

(اسی بناء پر ہمارے ملک میں سویّاں مروّج ہیں کہ کھانا شیریں ہو، اور سنّت بھی ادا ہو جائے) اور عید اضحیٰ قبل نماز کچھ نہ کھانا۔

مباحات و مستحبات:

صدقہ کی کثرت کرنا، باہم ملنا، مبارک باد دینا، خوشی کا اظہار کرنا، مصافحہ اور معانقہ کرنا (شاہ ولی اللہ صاحب ''فتویٰ'' میں امام نووی کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں) **هكذا ينبغي أن يقال في المصافحة يوم العيد و المعانقة يوم العيد** اور ہدایہ میں ہے: **كذا المصافحة بل هي سنّة عقيب الصلوٰة و كلّها** ،راہ میں تکبیر **اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ** آہستہ پڑھنا مستحب ہے۔

نمازِ عید:

عید کی دو رکعت نماز ہر عاقل، بالغ، مقیم، تندرست پر شہر میں واجب ہے، گاؤں میں عید اور جمعہ کی نمازیں جائز نہیں، مگر وہ بڑے گاؤں یعنی قصبے جو شرعاً شہر کا حکم رکھتے ہیں، ان میں جمعہ اور عید دونوں کی نمازیں جائز ہیں۔ جمعہ اور عید دونوں کی نمازوں کی صحت اور ادا کی شرطیں ایک ہیں، مگر یہ فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ فرض ہے اور عیدین میں سنّت، دوم جمعہ میں خطبہ نماز سے قبل ہوتا ہے اور یہاں نماز کے بعد۔ اگر کسی نے عید کی نماز کے بعد خطبہ نہ پڑھا، یا نماز سے قبل پڑھ لیا دونوں صورتوں میں نماز تو ہو گئی مگر یہ شخص گناہگار ہوگا۔ نمازِ عید، نمازِ جنازہ پر مقدم کی جائے اور نمازِ جنازہ خطبہ پر۔

عید کی نماز کا وقت:

عید کی نماز کا وقت آفتاب کے بقدر (ایک) نیزہ بلند ہونے سے زوال تک ہے، اگر نماز پڑھنے میں زوال کا وقت آ گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

نمازِ عید کی ترکیب:

نیت: ''نیت کی میں نے دو رکعت نماز واجب عید الفطر مع چھ تکبیروں کے اللہ جل جلالہ کے واسطے کعبہ رو ہو کر **اَللّٰهُ اَكْبَرُ**''، نیت کر کے زیر ناف ہاتھ باندھ لیں اور پورا **سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ**

پڑھ کر امام کے ساتھ کانوں کی لوتک ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہہ کر چھوڑ دیں، اسی طرح تین تکبیریں کہیں، پھر ہاتھ باندھ لیں، دوسری رکعت میں امام کی قرأت کے بعد اسی طرح تین تکبیریں کہیں اور ہر مرتبہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں، چوتھی مرتبہ تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں اور ہاتھ نہ اٹھائیں باقی نماز حسب معمول۔

اگر عیدگاہ میں ایسے وقت پہنچے کہ امام نے تکبیروں سے فارغ ہوکر قرأت شروع کر دی تھی تو تم نماز میں شریک ہو جاؤ اور فوراً تکبیریں کہو اور اگر امام کے رکوع میں جانے سے قبل تکبیریں نہ کہہ سکے تو رکوع میں تکبیریں کہہ لو مگر ہاتھ نہ اٹھاؤ جس نے امام کو قومہ میں پایا وہ تکبیریں نہ کہے، اس لئے کہ رکعتِ اولیٰ کو مع تکبیرات قضاء کرے گا۔

جب امام تشہد پڑھ چکا ابھی سلام نہیں پھیرا، یا سلام پھیر دیا، ابھی سہو کا سجدہ نہیں کیا ہے یا سجدہ کر لیا لیکن سلام آخر نہیں پھیرا ہے ایسی حالت میں جو شخص پہنچا اس کو چاہئے کہ امام کے ساتھ شریک ہو جائے اور سلام پھیرنے کے بعد نماز پوری کرے۔

اگر امام عید کی تکبیریں بھول جائے اور قرأت شروع کر دے تو بعد قرأت کے تکبیریں کہے یا رکوع میں کہے جب تک کہ سر نہ اٹھایا ہو، اگر امام تکبیریں چھوڑ دے یا کم کر دے یا زیادہ کر دے یا غیر محل میں کہے اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔

شش عید کے روزے

شوال میں چھ دن کے روزے جنہیں لوگ ''شش عید کے روزے'' کہتے ہیں ان کا رکھنا سنّت ہے، اور احادیث میں بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، افضل یہ ہے کہ چھ روزے متفرق کر کے پورے مہینہ میں رکھے جائیں اور اگر عید کے بعد ہی لگاتار چھ دن میں ایک ساتھ رکھ لئے جائیں جب بھی کوئی حرج نہیں۔ کذا فی ''الدرر''

کیا روزہ میں انجکشن لگوا سکتے ہیں؟

دفتر سوادِ اعظم میں متعدد حضرات کے سوالات آئے ہیں کہ کیا انجکشن مفسد روزہ ہے یا نہیں؟ ان سب حضرات کو یکجائی جواب پیش کیا جاتا ہے۔

الجواب: انجکشن (ٹیکہ) دو طریقے پر ہوتے ہیں، ایک جلدی، یعنی گوشت یا کھال میں سوئی کے ذریعے سے دوا پہنچائی جاتی ہے، ظاہر ہے کہ گوشت یا جلد میں اگر دوا پہنچائی جائے تو بطنِ دماغ یا جوفِ معدہ میں وہ چیز نہیں پہنچ سکتی، روزہ جب ہی فاسد ہوتا ہے جب کہ وہ چیز دماغ یا معدہ میں بالا صالت پہنچے، رہا دوا کی تاثیر کا پہنچنا؟ یہ مخل روزہ نہیں، اس کی مثال ایسی ہے کہ سخت گرمی کی حالت میں خوب سرد پانی سے غسل کیا جائے، یا پیٹ میں درد ہونے کی صورت میں گرم پانی یا دوا وغیرہ سے ٹکور (تکمید) کی جائے تو اس سے یقیناً مسامات کے ذریعہ اثر پہنچتا ہے لیکن اصل سے ہر گز نہیں پہنچتی، فقہاء کرام روزہ کی حالت میں غسل یا بیرونی طور پر دوا کے استعمال کو ہرگز مفسد روزہ نہیں بتاتے، لہٰذا میرے علم کے مطابق جلدی انجکشن (ٹیکہ) سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

انجکشن کا دوسرا طریقہ وریدی ہے یعنی کسی ایسی رگ میں جس میں خون دورہ کر رہا ہو، اس میں سوئی داخل کر کے دوا پہنچائی جاتی ہے، وہ طریقہ ضرور محلِ نظر ہے، اگر ایسی رگ میں انجکشن (ٹیکہ) لگوایا جائے جس کے ذریعہ بطنِ دماغ یا جوفِ معدہ میں اصل دوا پہنچے تو اس سے بلا شبہ روزہ فاسد ہو جاتا ہے، اور اگر کسی ایسی رگ میں دوا پہنچائی جائے جس کے ذریعے بطنِ دماغ یا جوفِ معدہ میں دوا نہ پہنچے، لیکن دورانِ خون کے ذریعہ اصل دوا پہنچنے کا احتمال ہو، خواہ وہ پہنچے ہی نہیں، مگر پھر بھی احتیاط اسی میں ہے کہ ایسا وریدی انجکشن نہ لگوایا جائے۔

۱۔ **کذا قال فی "الدر المختار" أو اکتحل او ادھن أو احتجم و ان وجد طعمه فی حلقه وقال فی "رد المحتار": قال فی "النھر": لأن الموجود فی حلقه أثر داخل من المسام الذی ھو خلل البدن و المفطر انما ھو الداخل من المنافذ للاتفاق علٰی أن من اغتسل فی مآء فوجد برده فی باطنه أنه لا یفطر (۵۱)**

۲۔ **و کما قال فی "البحر" و التحقیق: أن بین جوف الرأس و جوف المعدة منفذًا أصلیاً فما وصل الٰی جوف الرأس یصل الٰی جوف البطن من الشامی،** ص ۱۰۶، جلد دوم۔

۳۔ "فتاوی عالمگیریہ" مطبوعہ ہند ص ۲۰۲ جلد اول، اور بدائع (۵۲) کتاب الصوم، فصل ارکان

۵۱۔ رد المحتار علی الدر المختار (۲/۳۹۵۔۳۹۶)، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسده، مطلب: یکره السھر اذا خاف الصبح ۵۲۔ بدائع الصنائع (۲/۲۰۶،۲۰۷)

الصیام) کی عبارت سے بھی یہ بات واضح ہے، و هی هٰذه:

و ما وصل الی الجوف أو الی الدماغ من المخارق الأصلية كالأنف و ألاذن و الدبر، بأن استعط لو احتقن أو أقطر فی أذنه، فوصل الی الجوف أو الی الدماغ، فسد صومه، أما اذا وصل الجوف فلا شک فيه، لوجود الأكل من حيث الصورة، و كذا اذا وصل الی الدماغ، لأن له منفذًا الی الجوف و أما وصل الی الجوف او الی الدماغ من غير المخارق الأصليه بأن داوی الجائفة و الاٰمة، فان داواها بدواءٍ يابس لا يفسد، لأ نه لم يصل الجوف و لا الی الدماغ، و لو علم أنه وصل يفسد فی قول أبی حنيفة الخ والله و رسوله الأعلٰی أعلم، (۵۳)

فقیر نعیمی غلام معین الدین غفرلہ
خادم سواد اعظم، لاہور

۵۳۔ روزہ کی حالت میں انجکشن مُفسِد صوم ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کرام کے مابین اختلاف ہے۔ اس لئے روزہ دار کو چاہئے کہ وہ روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانے سے احتراز کرے، انجکشن چاہے کوئی بھی ہو، نس میں لگایا جانے والا یا گوشت یا جلد میں۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین کے فتاویٰ میں ہے: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیمار شخص کا ماہ رمضان میں یا عمرہ وغیرہ پر جاتے ہوئے ٹیکہ لگوانا، جو کہ قانونی طور پر لگوانا ضروری ہے، روزہ کو توڑتا ہے یا نہیں؟ انجکش دو طرح کا ہوتا ہے، ایک جو گوشت میں لگایا جاتا ہے اور دوسرا نس میں، جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں (سائل: محمد ندیم اقبال سعیدی)
الجواب: روزے کی حالت میں انجکشن لگوانا، مختلف فیہ یعنی اس میں اختلاف ہے، ہماری رائے کے مطابق اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، لہٰذا روزہ دار کو انجکشن لگوانے سے بچنا چاہئے، انجکش دن میں لگوانا ضروری نہیں، رات میں بھی لگوایا جا سکتا ہے، اس لئے رات میں لگوائیں۔ (وقار الفتاوی، (ج ۲، ص ۴۲۹) کتاب الصوم، مطبوعہ بزم وقار الدین، کراچی)